اردو زبان کے
نئے تکنیکی وسائل اور امکانات

(کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے حوالے سے)

ڈاکٹر خواجہ اکرام

ایسوسی ایٹ پروفیسر

ہندوستانی زبانوں کا مرکز

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، دہلی، انڈیا

اردو زبان کے نئے تکنیکی وسائل

اور امکانات

(کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے حوالے سے)

ڈاکٹر خواجہ اکرام

ایسوسی ایٹ پروفیسر

ہندستانی زبانوں کا مرکز

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، انڈیا

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دہلی

© جملہ حقوق محفوظ

URDU ZABAN KE NAYE TEKNIKI WASAEL

AUR IMKANAT

(COMPUTER AUR INTERNET KE HAWALE SE)

By: Dr. Khwaja Ekram

Price: Rs.190/-

صدر دفتر

➤ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 011-26987295

Email: monthlykitabnuma@gmail.com
maktabajamiadelhi@gmail.com

شاخیں

➤ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی۔110006 011-23260668

➤ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، ممبئی۔400003 022-23774857

➤ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔202002 0571-2706142

➤ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025 011-26987295

ISBN: 978-81-923510-9-4

دسمبر 2012ء   تعداد:500   قیمت:-/190 روپے

نیو پرنٹ سنٹر، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲

انتساب

برطانیہ، آسٹریلیا، کناڈا، امریکہ، جرمنی اور پاکستان سے ایک ساتھ شائع ہونے والے
اور اردو کو انٹرنیٹ کا نیا اسلوب اور معیار عطا کرنے والے
اردو کے اہم آن لائن اخبار اور بلاگ

عالمی اردو اخبار

اور

اردو کو ترقی سے ہمکنار کرنے والے

اردو نیٹ جاپان

کے نام

فہرست

اظہار تشکر	07
پیش لفظ	09

حصہ اول: نئے تکنیکی وسائل

1۔اردو اور جدید تکنالوجی	13
2۔اردو میں انٹرنیٹ کا استعمال	19
3۔اردو زبان کی تدریس اور سائبر اسپیس: ایک تحقیقی جائزہ	33
4۔اردو کا ادبی سائبر اسپیس: ایک جائزہ	49
5۔اکیسویں صدی میں الیکٹرانک میڈیا کے تقاضے اور اردو	55

حصہ دوم: انٹرنیٹ اور نیا اسلوب

1۔ای میل اور بلاگ نگاری	63
2۔انٹرنیٹ کا نیا اسلوب	69
3۔مراسلہ نگاری بمقابلہ بلاگ نگاری	74
4۔اپنے دم پر رواں ہے اردو	88
5۔تعمیل حکم	98

6۔شاعری میں محاوروں کا استعمال 103
7۔نئے سال کا جشن کیوں منائیں؟ 138
8۔ضمیمہ: 155

- اردو اخبارات
- اردو رسائل
- سائبر لائبریری
- آڈیو سائٹس
- اردو لرنگ سائٹس
- متفرقات (عام معاون ویب سائٹس)

اظہار تشکر

عالمی اخبار کے مدیر اعلیٰ جناب صفدر ہمدانی لندن میں مقیم معروف شاعر، ادیب اور نقاد ہیں۔ انھوں نے صحافت کو بھی ایک نئے منہاج و معیار عطا کیا ہے۔ یہ اردو کا پہلا آن لائن اخبار ہے جو بیک وقت لندن، آسٹریلیا، کناڈا، جرمنی، امریکہ اور پاکستان سے اَپ ڈیٹ ہوتا ہے اور مدیر ڈاکٹر نسیم نگہت آسٹریلیا میں مقیم ہیں۔ ڈاکٹر نسیم نگہت پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں اور بے پناہ مصروف بھی رہتی ہیں لیکن اپنی مصروفیتوں کے باوجود عالمی اخبار کی اشاعت سے اردو کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ میری اس سعی میں شامل ہونے کے لیے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص عالمی اخبار کے بلاگ کے انتخاب کو اس کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی حالانکہ ان بلاگز کو بہت سے قارئین نے پڑھ رکھا ہے تاہم اس کتاب میں ایک نئے نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو زبان کا ایک نیا اسلوب تیزی سے ابھر رہا ہے جو عنقریب ناقدوں اور اہل زبان کو اپنی جانب متوجہ کرے گا۔ میں اس حوالے سے بھی صفدر ہمدانی صاحب اور ڈاکٹر نسیم نگہت صاحبہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ناصر ناکاگاوا صاحب ایک بڑی کمپنی میں بڑے عہدے پر کام کرتے ہیں۔ جاپان میں یوں بھی لوگ مشین کی طرح کام کرتے ہیں لیکن اس مشینی زندگی سے وہ اردو کے لیے کس طرح وقت نکال پاتے ہیں یہ حیرت انگیز ہے۔ ناصر صاحب بھی اردو نیٹ جاپان کے ذریعے اردو کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ میں ان کا بھی شکر گزار

ہوں۔ کیونکہ عالمی اخبار، اردونیٹ جاپان اور میرے بلاگ ’خواجہ اکرام آن لائن‘ کی طرح اردو کے کئی بڑے آن لائن اخبارات ورسائل ہیں جو اردو کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور اردو کے سرمائے میں ایک نئے ذخیرے کا اضافہ کرر ہے ہیں۔ میں ایسے تمام آن لائن اخبارات ورسائل کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کوخراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

اس کتاب میں شامل بلاگ کے تمام خالقوں کوجنھوں نے اپنے خیالات وافکار کا اظہار کیا ہے ان کوبھی داد تحسین دیتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی تحریروں نے اردو کو ایک نئی جہت عطا کی ہے اور آنے والے دنوں میں آپ کی تحریریں بلاگ نگاری کی تاریخ میں نقش اول کی حیثیت رکھیں گی۔ اردو زبان اور اردو کے نئے برقی اسلوب میں آپ کا نام زندہ رہے گا۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائرکٹر پروفیسر خالد محمود نے کتاب کے مشمولات کو پسند فرمایا اور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ سے اس کی اشاعت کو یقینی بنایا۔اس کے لیے میں پروفیسر موصوف، مکتبہ جامعہ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کا بے حد ممنون ہوں۔

ڈاکٹر خواجہ اکرام

☆☆☆

پیش لفظ

ٹکنالوجی اور میڈیا دور حاضر میں مسلمہ اہمیت کے میدان ہیں۔ حالات بتاتے ہیں کہ آج اور آنے والے کل کی جملہ ترقی کا محور بڑی حد تک یہی شعبے ہوں گے۔گلوبل ویلیج، الیکٹرونک عہد، ڈیجیٹل عہد اور سائبر ایج جیسی اصطلاحیں عہد جدید کی برق رفتار ترقی کا استعارہ ہیں۔ ڈاٹا کی دنیا میں رونما ہونے والی نت نئی انقلابی پیش رفت نے کمپیوٹر کے ہارڈ ڈسک، سی، ڈی۔ڈی، وی، ڈی اور پین ڈرائیو کو 'علاء الدین کے چراغ' جیسے محض مجازی علائم کو حقیقی پیراہن عطا کیا ہے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ صدی امکان کی صدی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ جدید ٹکنالوجی نے اپنی پیہم کامیابیوں سے ناممکنات (Impossibilities) کو شکست فاش دے دی ہے۔ ابلاغ عامہ اور ذرائع ترسیل میں بلا کی سرعت آ گئی ہے کیونکہ میڈیا نے ٹکنالوجی کو اپنا اساس بنالیا ہے۔ معلومات اور علم و آ گہی کے میدان میں ٹکنالوجی سے آراستہ میڈیا کی حالیہ پیش رفت ان معنوں میں زیادہ توجہ طلب

ہے کہ اس نے اقدار حیات، تمدن، ثقافت، اور زبان کو مقامیت اور اجنبیت کے حصار سے باہر نکال کر یہ موقع فراہم کیا ہے کہ علاقائی، قومی اور ملکی سرگرمیوں کے دائرے میں وسعت پیدا ہو اور زبان، تمدن اور علمی سرمایہ نئی پہنائیوں میں خود مختارانہ تعمیر و ترقی کی اونچائیوں کو چھو سکے اور خود کو ترقی یافتہ زبان اور تمدن کے بالمقابل دیکھ سکے۔

'اردو زبان کے نئے تکنیکی وسائل اور امکانات' ٹکنالوجی سے بھرپور الیکٹرانک میڈیا کے شعبہ میں اردو زبان کے امکانی جہتوں کی تلاش اور تعبیر و تفہیم کی ایک کوشش ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول تکنیک کے دستیاب نئے وسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ انٹرنیٹ کے جدید اسلوب کا احاطہ کرتا ہے۔ بلاگ نویسی دراصل قدیم مکتوب نگاری کا جدید پیراہن ہے جو ابلاغ و ترسیل کی دنیا میں ماضی کی حد بندیوں پر قدغن لگاتے ہوئے خوش گوار امکانات کی دعوت دیتا ہے۔ یہ حصہ بلاگ نگاری کے چند نمونے بھی پیش کرتا ہے جس سے جدید تکنیکی وسائل کے حامل نئے اسلوب کی بازیافت ممکن ہو پائی ہے۔ ٹکنالوجی پر مبنی میڈیا کے اس امکانی جہت میں ہم نے اردو میڈیا کے فروغ کے لیے جس سنجیدہ مباحثہ پر غور و خوض کی دعوت دی ہے، توقع ہے کہ یہ ٹکنالوجی سے بھرپور اردو صحافت کے لیے نیک فال ثابت ہوگا۔ نئے قلم کار سامنے آئیں گے اور فروغ اردو کے لیے نئی روشنی کے دروازے کھلیں گے۔

ڈاکٹر خواجہ اکرام

حصہ اول

نئے تکنیکی وسائل

اردو اور جدید ٹکنالوجی

عہد حاضر کی بیشتر ترقیات کا انحصار ٹکنالوجی پر ہے۔ اس انحصار کی نوعیت یہ ہے کہ اب یہ نہ صرف انسانی زندگی کے لیے بلکہ دیگر تمام شعبہ حیات کے لیے بھی ناگزیر ہوگیا ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے وقت کے ساتھ ساتھ اسباب زندگی کے لیے ہمیشہ کوشش کی ہے اسی لیے تمدنی زندگی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ نئے وسائل حیات نے انسان میں خود کو ناگزیر بنایا ہے۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے لیکن موجودہ دور کی بات ہی کچھ اور ہے ''ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی'' گذشتہ دہائیوں میں زمانے کی ترقی کی رفتار کو دیکھیں اور اِس رفتار کی سُرعت کو دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ اِس کی رفتار نے صدیوں کی رفتار کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ عرصۂ دراز سے انکشافات اور ایجادات کا سلسلہ جاری ہے لیکن ماضی کی دو دہائیوں میں آج کے انسان نے جو کرشمے کر دکھائے ہیں وہ حیرت واستعجاب کا باعث ہیں۔ سلیمان کی انگوٹھی اور علاء الدین کے چراغ

جیسے حیرت انگیز کرشمے آج کے کمپیوٹر میں موجود ہیں اور ذخائر کو چھوٹی جگہ اور ڈیوائس مثلاً کمپیوٹر کے ہارڈ ڈسک، سی ڈی، ڈی وی ڈی اور پین ڈرائیو میں محفوظ کرنے کی صلاحیت عمرو عیار کی زنبیل سے کم نہیں ہے۔ابھی کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ ہم 90 کی دہائی کو معلومات کے انقلاب کی دہائی کہتے تھے، زیادہ دن نہیں گذرے کہ اس ترقی نے دنیا کے حجم کو سمیٹ لیا اور ہم نے اسے گلوبل ویلیج کہنا شروع کیا اور اسے الیکٹرونک عہد سے موسوم کرنے لگے، پھر جلد ہی اسے ڈیجیٹل عہد کہا جانے لگا اور اب اسے سائبر اتیج سے بھی موسوم کرنے لگے ہیں۔ترقی کی اس رفتار کو کس نام سے موسوم کریں یہ بھی اب شاید نئے لفظ کا متلاشی ہے کیونکہ آج کی ٹکنالوجی نے روشنی اور ہوا کی رفتار کو بھی پیچھے چھوڑنے کا عزم کرلیا ہے۔آج کے عہد کی ترقی کا یہ عالم ہے ہر دن ایک نئے تجربے اور ایجاد کا دن ہوتا ہے۔

یہ تمام ترقیات کمپیوٹر کے دوش پر سوار ہوکر آرہی ہیں۔کمپیوٹر ایک ایسا آلہ ہے جو آپ کو ڈاٹا اِن پُٹ کرنے، جلدی اور صحیح طریقے سے ڈاٹا پروسیس کرنے، نتیجہ نکالنے اور ڈاٹا کو جمع کرنے کی اجازت دیتا ہے۔اس طرح سے کمپیوٹر ایک یا ایک سے زیادہ اِن پٹ، آؤٹ پٹ، اور ایک پراسیسنگ اکائی پر مشتمل ہوتا ہے۔کمپیوٹر کی تین بنیادی خصوصایت ہیں؛ تیز رفتاری، درستگی اور مستعدی، کمپیوٹر بہت ہی مستعدی سے ہمیشہ بلا کسی رکاوٹ کے کام کرتا رہتا ہے وہ عام انسانوں کی طرح اکتاتا اور تھکتا نہیں ہے۔کمپیوٹر کے ارتقائی مراحل کو کمپیوٹر جنریشن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر جنریشن میں کمپیوٹر ٹکنالوجی نے ترقی کی نئی منزلوں کو چھوا ہے، پہلے بڑے بڑے آلات اور مشینیں ہوتی تھی اب یہ ہتھیلیوں میں سما جانے والی مشین کی شکل میں بھی ہمارے سامنے ہے جو نہایت کفایتی اور سستے داموں میں بھی دستیاب ہیں۔

عہد حاضر میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقیات نے میڈیا کو بھی نئی پہنائیوں سے روشناس کرایا اور روایتی میڈیا کو الیکٹرانک میڈیا کے زرق برق لباس سے مزین کیا۔ابھی بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہم ٹی وی کو ایڈیٹ باکس کہا کرتے تھے اور اب یہ عالم

ہے کہ ٹی وی پر دنیا جہان کی اتنی چیزیں موجود ہیں کہ آپ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ بلکہ اپنی ترجیحات بھی طے کرلیں تب بھی معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ صرف اِس میڈیم میں موجود ہے کہ آپ سب تک پہنچ بھی نہیں سکتے۔ اردو کے حوالے سے اس میڈیم میں اگرچہ بہت کام نہیں ہورہے ہیں۔ دوردرشن کا ڈی ڈی اردو اب بھی ای ٹی وی اردو سے پیچھے ہے۔ سہارا کا عالمی اردو چینل، ذی نیٹ ورک کا ذی سلام جیسے اردو چینل ناظرین کو اپنی طرف متوجہ کرر ہے ہیں۔

اسی طرح الیکٹرانک میڈیا میں ریڈیو بھی ایک اہم میڈیم ہے جہاں پہلے سے زیادہ اور بہتر فری کوئینسز موجود ہیں، جو بیک وقت تفریح کے ساتھ ساتھ معلومات کی ترسیل کی خدمات بھی انجام دے رہی ہیں۔ حالانکہ ٹی وی کی ترقی کے بعد یہ کہا جانے لگا تھا کہ ریڈیو کا دور ختم ہونے کو ہے۔ لیکن یہ غلط ثابت ہوا اور ریڈیو نے زمانے کے رجحانات کے مدنظر نئی تبدیلیوں کو راہ دی۔ ایف ایم اور کمیونٹی ریڈیو سے لے کر اسپیس ریڈیو تک کا سفر اس کی نئی ترقیات کا اشاریہ ہے۔

الیکٹرانک میڈیا میں ایک بڑا میڈیم کمپیوٹر اور انٹرنیٹ ہے۔ یہ ایسا میڈیم ہے جو گلوبل ویلیج کے تصور کو بدل کر اسکرین کی شکل میں پیش کر رہا ہے۔ یہ سب انفارمیشن ٹکنالوجی کی ترقی کے سبب ممکن ہوسکا ہے۔ IT کی وجہ سے مشکل ترین کام اور ایسے کام جو طویل عرصے کے متقاضی ہوتے تھے اب انسان کی معمولی مداخلت یا بغیر کسی مداخلت کے خودکار (Automatic) طریقے سے ہورہے ہیں۔ کمپیوٹر پر مبنی اَپلی کیشنز کا استعمال مختلف النوع طریقے سے ہورہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ معیاری وقت (TimeReal) میں درست اور بالکل جدید معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ معلومات کے یہ جدید وسائل نہایت سرعت سے معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور اسے دوسروں کے ساتھ اشتراک کے قابل بھی بناتے ہیں۔ ان کی رسائی کا حال یہ ہے کہ یہ تکنیکی وسائل، زبان اور جغرافیائی حدود کی دیواروں کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ ہمارے وہم وگمان سے بھی زیادہ رسائی رکھتے ہیں۔

کیونکہ اگر آپ زبان نہیں بھی جانتے ہیں تو اس مشین میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ دنیا کی بڑی زبانوں کے ترجمے بھی کرتی ہے۔ حالانکہ اس حوالے سے ابھی ان کو بہت کامیابی نہیں ملی ہے لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ وہ کسی بھی زبان کے متن کا مفہوم تو سمجھا دیتی ہے۔ مشین ٹرانسلیشن کی یہ آسانی اپنے آپ میں بڑی بات ہے اور انفارمیشن ٹکنالوجی کے میدان میں ایک اور انقلابی قدم ہے۔ اس کی مدد سے تجارت کے لیے ان بازاروں کی تلاش کی جاسکتی ہے جہاں تک رسائی ممکن نہ تھی۔ اسی طرح Online Classrooms کی ٹکنیک کی وجہ سے آپ جہاں بھی ہوں علم و فن حاصل کر سکتے ہیں یا کوئی معلم دنیا کے کسی کونے میں بیٹھ کر کسی بھی ملک بلکہ کئی ممالک اور علاقوں کے طلبہ و طالبات سے براہ راست رابطہ کر سکتے ہیں۔ انفارمیشن کے جدید وسائل کی دریافت کے سبب ہی دنیا کی تسخیر کی راہیں ہموار ہوتی جارہی ہے۔ خلا میں موجود سٹیلائٹ نے اب تک تمام تر امکانات کی تلاش نہیں کی ہے، جستہ جستہ یہ انقلاب ہماری زمین پر اتر رہی ہے اور انسانی زندگی کو نئی تبدیلیوں سے ہمکنار کر رہی ہے۔ تاہم موجود ذرائع وسائل دنیا بھر میں ربط و تعلق کو نئی بلندیوں تک پہنچا رہی ہے۔ دور دراز مقیم احباب کا روبرو باتیں کرنا اور تجارتی رفیق کار سے ہمہ وقت جڑے رہنا یہ سب ممکن ہے جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ تجارت کسی بھی وقت اور کہیں سے بھی ممکن ہے۔ اس میں بازار کے کھلے رہنے اور تعطیل کا دن ہونے کے باوجود کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اس لیے آج کا یہ صارفی دور بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں! یہ جدید تکنیکی وسائل تجارت سے لے کر سیاحت تک اور معاشرتی سرگرمیوں یعنی زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں سرایت کر چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ذاتی کمپیوٹر، سیل فونس، ای۔ میل اور انٹرنیٹ ہماری زندگی کے ایک جزو لاینفک ہو چکے ہیں۔

موبائل کی ایجاد نے بھی ایک بڑا انقلاب برپا کیا تھا لیکن ابتدا میں یہ نہیں معلوم تھا کہ موبائل رابطے کی تمام سریع تر امکانات کے ساتھ ساتھ اور کئی انقلاب بھی اپنے ساتھ لے کر آئے گا۔ ابتدا میں یہ محض وائرلیس ٹکنالوجی سے بات چیت کو آسان بنا رہا تھا مگر اب

موبائل فون کمپیوٹر ٹکنالوجی سے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔اس کی گوناگوں خصوصیات کے سبب روٹی کپڑا اور مکان کی طرح موبائل ہماری ضرورت کی چوتھی بڑی ضرورت بن چکا ہے۔تکنیکی سطح پر موبائل کی ترقی نے بھی ہماری سہولتوں کی کئی راہیں ہموار کی ہیں۔آئی فون(iPhone) ،آئی پیڈ اور ایپزوائیڈ کی سروسز دنیا کو ہتھیلیوں میں سمیٹنے لگی ہے۔ آئی فون،انٹرنیٹ اور ملٹی میڈیا استعمال کرنے والا اسمارٹ فون کی ایک قسم ہے جس کو ایپل کمپنی نے جنوری 2007 میں ڈیزائن کیا تھا۔اب یہ اسمارٹ فون موجودہ شکل میں آئی پوڈ (iPod)، ٹیبلیٹ ذاتی کمپیوٹر(PCTablet)،ڈیجیٹل کیمرہ اور سیلولر فون کی ایک ملی جلی شکل ہے۔آئی فون کیمرہ فون کے مانند ہی کام کرتا ہے، اور یہ پیغام رسانی(Text Messaging) اور ویژول وائس میل کو بھی سپورٹ کرتا ہے۔ یہ ایک پورٹیبل میڈیا پلیر، انٹرنیٹ کلائنٹ، ای۔میل ویب براؤزنگ اور Wi-Fi کنکٹیویٹی کے خدمات بھی انجام دیتا ہے۔اس کا ٹچ اسکرین صارف کو اور بالخصوص نئی نسل کو مزید اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔اس ٹکنالوجی کے سبب اب دنیا کی معلومات لوگوں کی ہتھلیوں میں موجود ہے۔اسی کے ساتھ آئی پیڈ (iPad) کی ایجاد نے معلومات کا حصول اور بھی آسان بنا دیا ہے۔آئی پیڈ ایک ٹیبلیٹ کمپیوٹر ہے یہ آڈیو اور ویڈیو میڈیا جیسے کہ کتابیں، ماہنامے، فلمیں، میوزک، گیمس اور اسی طرح ویب کے مشمولات کیلئے ایک خاص پلیٹ فارم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اسمارٹ فون کے مقابلے بڑا اور لیپ ٹاپ کمپیوٹر سے چھوٹا ہوتا ہے۔اسے ایپل کمپنی نے مارچ 2011 میں مزید وسعت دے کر آئی پیڈ2(iPad2) کی شکل میں ریلیز کیا۔آئی پیڈ اسی آپریٹنگ سسٹم سے چلتا ہے جس سے آئی فون بھی چلتا ہے۔ یہ اپنا الگ اَپلی کیشن چلا سکتا ہے اور وہ بھی جو آئی فون کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

موبائل ٹکنالوجی میں اس کے علاوہ دو بڑے اہم انقلاب بلیک بیری(Black Berry)اور اینڈ رائڈ(Android) کی شکل میں ہوئے۔ بلیک بیری فون خصوصی طور پر ایک پیغام رساں فون (Messaging Phone) ہے جس کے اندر اسمارٹ فون کی طرح ہی سہل

پیغام رسانی کی خصوصیات(Messaging Features) ہوتے ہیں۔ بلیک بیری ایڈریس بک، کلینڈر اور ٹو۔ ڈو۔لسٹ (do-List-To)جیسی صلاحیتوں کی فہرست بنانے کے لیے ذاتی ڈیجیٹل معاون کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یہ ایک میڈیا پلیئر کے حیثیت سے بھی کام کرتا ہے جس میں میوزک اور ویڈیو پلے بیک، کیمرہ پکچر، اور ویڈیو جیسی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ بلیک بیری بنیادی طور پر انٹرنیٹ ای میل بھیجنے اور موصول کرنے کی صلاحیتوں کے لیے جانا جاتا ہے۔اورا ینڈ رائڈ ایک موبائل آپریٹنگ سسٹم ہے جس کی ترقی گوگل کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اینڈ وائڈ آپریٹنگ سسٹم کی شہرت لگاتار بڑھتی جارہی ہے کیونکہ تمام اعلی درجے کے اسمارٹ فونس اسی کا استعمال کرتے ہیں۔ اینڈ وائڈ پلیٹ فارم کا استعمال مختلف اسمارٹ فون ہینڈ سیٹ بنانے والی کمپنیاں کرسکتی ہیں۔ معروف اسمارٹ فونس جو اینڈ وائڈ استعمال کرتے ہیں وہ ہیں سیمسنگ گلیکسی(Samsung Galaxy)، گوگل نیکسس (Google Nexus)، ایچ ٹی سی ایوو(HTC Evo)، موٹورولا ڈرونڈ(Motorola Droid)، ایل جی آپٹیمس (LG Optimus)وغیرہ۔

اسمارٹ فون میں یہ تمام خوبیاں کمپیوٹر کے سبب ہی آسکی ہیں۔اسی لیے کمپیوٹر کی اپنی الگ اہمیت ہے۔اسمارٹ فون اور کمپیوٹر کی ترقیات میں نینو ٹکنالوجی (Nano Technology) کا بڑا ہاتھ ہے کیونکہ اس کی مدد سے آلات بہت چھوٹے چھوٹے بننے لگے ہیں۔ کمپیوٹر کا حال یہ ہے کہ اس میں استعمال ہونے والی اضافی چیزیں بھی بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ ایک چھوٹے سے پین ڈرائیو یا ہارڈ ڈسک میں آپ چاہیں تو ہزاروں کتابیں رکھ لیں اور چاہیں تو تفریحی فلمیں محفوظ کرلیں۔ یہ آپ کے ذوق پر منحصر کرتا ہے کہ کس طرح کے ڈیجیٹل مواد کو رکھنا چاہتے ہیں۔لیکن اتنی بات تو آپ بھی مانتے ہیں کہ ترقی کی یہ صورت اور یہ ایجاد عجوبہ روزگار ہے۔

☆☆☆

اردو میں انٹرنیٹ کا استعمال

انٹرنیٹ آج کے دور کی ایک عظیم، حیرت انگیز، مفید اور کارآمد ایجاد ہے، جس نے اگر ایک طرف فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے تو دوسری طرف معلومات کے انبار لگا دیئے ہیں۔ گھر بیٹھے جس آسانی سے دنیا بھر کی من چاہی معلومات آپ کو حاصل کرنی ہے وہ سب ممکن ہے۔ ایسی معلومات بھی جس کے حصول کے لیے کئی خطوں اور ملکوں کا سفر کرنا پڑتا تھا، لیکن آج کا انسان اس معنی میں خوش نصیب ہے کہ اسے یہ سب چیزیں آسانی سے مل جا رہی ہیں۔ دنیا بھر کی ڈیجیٹل لائبریریز، انسائیکلوپیڈیا، اخبارات و رسائل، ویب سائٹس، بلاگز اور کتب سب کچھ یہاں موجود ہیں۔ بلکہ اس سے بھی آسان تر صورت یہ نکل کر سامنے آئی ہے کہ بہت سی چیزیں آن لائن موجود ہیں۔ آن لائن لرننگ سائٹس، آن لائن سیاحتی امداد، آن لائن بزنس گائیڈز کے علاوہ صحت وتندرستی کی رہنمائی سے مزین ویب سائٹ اور آن لائن شاپنگ، لاتعداد مارکیٹنگ رابطے، طلبا و طالبات کو کسی بھی امتحان کا

رزلٹ معلوم کرنا ہو، کسی بھی قسم کا داخلہ فارم چاہیے یا پھر بیرون ممالک تعلیم و داخلہ، یا پھر دنیا میں موجود تعلیم ،اقتصاد ،تہذیبی و ثقافتی روابط تمام ممکنہ معلومات آج آن لائن موجود ہیں۔ بہت سے ایسے فری سائٹس بھی موجود ہیں جن کے ذریعے رو برو باتیں کر سکتے ہیں۔ گویا انٹرنیٹ کی مدد سے کمپیوٹر کی اسکرین آج کے دور کا جیتا جاگتا جادو ہے جس کی مدد سے ہر طرح کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

لفظ انٹرنیٹ دو لفظوں کا مجموعہ ہے انٹر اور نیٹ ورکنگ جس کا مطلب ہے متعدد نیٹ ورک کا ایک ساتھ جڑا ہوا ہونا۔ اسی لیے انٹرنیٹ کئی نیٹ ورکوں کے نیٹ ورک کو کہا جاتا ہے۔ اس نیٹ ورک کو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایک جال سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس جال میں دنیا کی ممکنہ تمام وسعتیں سمٹی ہوئی ہیں۔ اسی لیے اسے ورلڈ وائڈ ویب کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے 1960 سے 1970 کی دہائیوں کے دوسرے نصف میں امریکہ کے دفاعی شعبے نے کمپیوٹر نیٹ ورکس پر ایک پروجیکٹ شروع کیا جسے ارپانیٹ (ARPANET) کا نام دیا گیا۔ بتدریج 1970 کے بعد یونیورسٹیاں ،حکومتی ادارے اور تحقیقی مراکز نے بھی اس نیٹ ورک کا استعمال کرنا شروع کر دیا۔ 1993 تک اس کی بتدریج ترقی نے انٹرنیٹ کا تصور یکسر بدل دیا اس کی ہمہ جہت ترقی کا عالم یہ ہے کہ اب یہ دنیا کے تمام گوشوں میں مختلف وسائل کے ذریعے دستیاب ہے۔ انٹرنیٹ کی آسانی سے دستیابی اور اس میں موجود ضرورت کے تمام ممکنہ وسائل اور معلومات کے سبب اب یہ ہماری زندگی میں ناگزیر ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے اطلاع اور ابلاغ و ترسیل کے تبادلہ کی صلاحیت نے دنیا کی تاریخ کو ایک چلتی پھرتی اور سمٹی ہوئی حقیقت بنا کر رکھ دی ہے۔ زمانۂ قدیم میں خط و کتابت کا ارسال و ترسیل کبوتروں کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ لوگوں کو خطوط و دستاویزات وغیرہ ان کی منزل تک پہنچانے کے لیے طرح طرح کی مشقتوں اور تدبیروں کا سہارا لینا پڑتا تھا لیکن اب تو یہ بازیچۂ اطفال کی مانند ہے کہ لمحوں میں آپ ہزاروں میل کی مسافت کو انٹرنیٹ کے ذریعے طے کر سکتے ہیں اور صرف خط ہی

نہیں خط پانے والے سے رو برو گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔ آج کے دور میں ترسیل کی صلاحیتیں ہمارے وہم وگمان سے بھی سریع تر اور لامحدود ہیں۔ ایک شخص ٹیکسٹ پیغام بر وقت بھیج سکتا ہے اور وصول کر سکتا ہے یا انٹرنیٹ پر ویڈیو چیٹ میں شریک ہو سکتا ہے یہ سارے کرشمے انٹرنیٹ کی دین ہیں۔ اس کی مزید صورتیں تھری جی ٹکنالوجی کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں، کئی ممالک میں تو اس سے بھی آگے کی ٹکنالوجی سامنے آچکی ہے۔ رابطے اور معلومات کا اشتراک (Sharing) کرنا انٹرنیٹ کا سب سے بڑا کمال ہے۔ اس ٹکنالوجی کے استعمال کی فہرست میں ای میل سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ کئی گروپوں کے ساتھ بیک وقت چیٹینگ اور ڈوکیومنٹ، فوٹوز اور فولڈرز وغیرہ کا باہم تبادلہ وغیرہ بھی ہے۔ اب انٹرنیٹ سے تعلیم، تدریس، تفریح، تجارت سب کچھ آسان ہو گیا ہے۔ ورلڈ وائڈ ویب پر اطلاعات ومعلومات کا ایک اتھاہ سمندر موجود ہے۔ لیکن اب مشکل یہ ہے کہ آپ کس طرح کی اور کیسی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں اگر تلاش (Search) کی سہولیات کا علم ہو تو یہ کام بھی آسان ہو جائے گا، جس طرح دنیا بھر کی لائبریریوں میں ہزاروں کتابیں مختلف موضوعات پر موجود ہوتی ہیں۔ لیکن ان کو تلاش کرنے کا آسان طریقہ کیٹلاگ ہے اسی طرح انٹرنیٹ پر بھی معلومات حاصل کرنے کے لیے تلاش (Search) انجن کا سہارا لینا ہوتا ہے۔ سرچ سہولیات آپ کو ورلڈ وائڈ ویب پر دستیاب گوناگوں ویب سائٹس سے مختلف قسم کے عام وخاص موضوعات پر معلومات حاصل کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ جہاں تک سرچ کا سوال ہے، یہ آپ ویب سائٹ کے سرچ باکس میں جا کر بنیادی تلاش کا لفظ ڈال کر یا وضاحتی جملہ لکھ کر کر سکتے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو موضوعات کی فہرست کو براؤز کر کے بھی سرچ کیا جا سکتا ہے اور جس زبان میں چاہیں سرچ کے نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ کی مقبولیت میں سوشل نیٹ ورکنگ میڈیا کا بڑا اہم رول ہے فیس بک، ٹیوٹر اور یوٹیوب جیسے پلیٹ فارم نے دنیا کو کشاں کشاں اپنی طرف کھینچا ہے۔ جس نے بیک

وقت دنیا کے طول و عرض میں موجود افراد کو ایک معلومات اور اطلاعاتی پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا ہے۔ اطلاعات کی یہ دلچسپ اور تیز تر آسان سہولت نے نئی نسل کو اس کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ اس کے بغیر وہ رہ بھی نہیں سکتے۔ عصر حاضر میں ان سوشل نیٹ ورک نے ایسے کرشمے کیے ہیں کہ ان کی افادیت کو کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر چہ ان نیٹ ورکس کو کچھ افراد نے منفی صورتوں میں بھی استعمال کیا ہے لیکن اس کے مثبت نتائج زیادہ ہیں اسی لیے اب یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت بن گئے ہیں۔

انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی ہمہ جہت افادیت کے پیش نظر اگر اردو، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی طرف دیکھتے ہیں تو انٹرنیٹ اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اردو دنیا کے لیے بہت زیادہ سود مند ثابت نہیں ہو رہا ہے کیونکہ اس کی وسعتوں کے اعتبار سے اردو میں اس کا استعمال محدود ہے۔ انٹرنیٹ پر جہاں دنیا کے تمام علوم سے متعلق اعلیٰ معیار کے مواد بڑی مقدار میں موجود ہیں وہاں اردو زبان و ادب کے حوالے سے ویب سائٹس کی تعداد اور معیار بہت حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ یہ لمحۂ فکریہ ہے! کیونکہ تیز رفتار ترقی کے اس عہد میں اگر ہم نے اپنے ادب اور اپنی زبان کو اس نئی ٹکنالوجی سے ہم آہنگ نہیں کیا تو ترقی کے اس دور میں ہماری زبان، ادب اور تہذیب سب سے پیچھے رہ جائیں گی۔ کیونکہ عہد حاضر میں ترقی اور تنزلی بہت حد تک اسی سے منسوب ہے۔

جدید ٹکنالوجی بالخصوص کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی ترقی نے ابتدا میں یہ تاثر دیا تھا کہ اس سے زبان و ادب کے قارئین کم ہوں گے۔ اس سے عالمی رابطے اور کمپیوٹر کی زبان کے علاوہ دیگر زبانیں اپنے دائرے میں سمٹتی چلی جائیں گی۔ مگر شکر ہے کہ ایسا نہ ہوا بلکہ سائبر اسپیس نے زبان و ادب کی ترقی کے نئے امکانات کو روشن کیا اور تیز رفتار ترقی کی راہیں ہموار کیں۔ آج کمپیوٹر کی زبان نہ صرف انگریزی ہے بلکہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے پاس بھی یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کمپیوٹر اور سائبر کی زبان بن سکتی ہے۔ جن ممالک نے انگریزی کے بجائے اپنی زبان کو کمپیوٹر سے ہم آہنگ کیا ہے، وہ زبانیں تمام تر خدشات کو

غلط ٹھہراتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں اور جو زبانیں اب تک اس سے ہم آہنگ نہیں ہو سکیں وہ مقابلتاً پیچھے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اپنی تہذیب و ثقافت کی بقا کے لیے جدید ٹکنالوجی سے زبان کو ہم آہنگ کیا جائے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ ہماری اردو زبان بھی اس لائق ہو چکی ہے کہ وہ جدید ٹکنالوجی سے ہم آہنگ ہو سکے۔ اس نے بھی خود کو کمپیوٹر کی زبان بنا لیا ہے۔ اب آپ کو انٹر نیٹ اور کمپیوٹر کے استعمال کے لیے کسی اور زبان کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنے پورے کمپیوٹر کو اردو میں منتقل کر سکتے ہیں، ای میل، چیٹنگ، براؤزنگ سب اردو زبان میں کر سکتے ہیں۔ اردو یونی کوڈ کی ایجاد نے یہ ممکن کر دکھایا ہے۔ اب آپ گوگل یا کسی بھی سرچ انجن میں جا کر اردو میں ٹائپ کریں اور اردو میں جوابات حاصل کریں۔ اب یہ سب ممکن ہے لیکن مجھے اندازہ ہے کہ ابھی بھی بہت سے لوگ ہیں جو اس کی واقفیت نہیں رکھتے۔ اسی لیے اردو میں ابھی اس کا رواج بہت کم ہے جبکہ تمام تر سہولیات موجود ہیں۔ عدم واقفیت کے سبب ہم اپنی زبان میں انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کا استعمال نہیں کر پا رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے لیے کسی اضافی سافٹ ویئر کی بھی ضرورت نہیں تمام چیزیں انٹرنیٹ پر مفت میں دستیاب ہیں۔ صرف چند گھنٹوں میں کمپیوٹر پر اردو کا استعمال سیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اردو کے ادارے اس سمت میں بیداری مہم چلائیں تو سائبر اسپیس میں 'اردو' معیاری جگہ بنا لے گی۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اس سلسلے میں پیش رفت کی ہے۔ اردو زبان سیکھنے کے لیے سیلف لرننگ کے اصولوں پر آن لائن اردو لرننگ پروگرام لانچ کیا ہے جس میں ملٹی میڈیا کے سہارے اردو لکھنے اور بولنے کا طریقہ دستیاب ہے۔ ساتھ ہی اردو میں آن لائن کمپیوٹر لرننگ کا سافٹ ویئر مائیکرو سافٹ ویئر کی مدد سے لانچ کیا ہے جس کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اسی طرح اہم کتابوں کو آن لائن کرنے کا بھی سلسلہ شروع کیا ہے جو قابل تحسین ہے۔

انٹرنیٹ پر اردو میں ڈیجیٹل لائبریری اور کئی اہم ادبی، تہذیبی، ثقافتی اور تعلیمی

سائٹس موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آج کی اردو صحافت کو انٹرنیٹ کے استعمال نے کافی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔ اردو کے بیشتر اخبارات انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ کئی اخبارات تو ابھی بھی امیج فائل کی شکل میں انٹرنیٹ پر شائع ہو رہے ہیں۔ مگر زیادہ تر اخبارات یونی کوڈ میں شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے مواد بھی طبع شدہ کاغذی اخبار سے الگ ہوتے ہیں۔ ایسے اخبارز زیادہ اَپ ڈیٹ ہوتے ہیں کیونکہ کسی واقعے یا حادثے یا اطلاع کو وہ فوراً شائع کر سکتے ہیں۔ اسی لیے انٹرنیٹ پر موجود اخبارات کو لوگ زیادہ پڑھتے ہیں کیونکہ یہاں تازہ ترین حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ فاصلاتی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں بھی کافی معاون ثابت ہو رہا ہے۔ اسباق کی تیاری، طلبہ تک اس کی رسائی اور طلبہ سے اس کے ردِ عمل کو اس ٹکنالوجی کی مدد سے جانا جا سکتا ہے اور اُن کی ضرورت اور تقاضے کے مدنظر تدریسی مواد تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس ٹکنالوجی کے سبب یہ بھی ممکن ہو سکا ہے کہ دور بیٹھے طلبہ سے براہ راست مخاطب ہو سکتے ہیں اور ان کے سوالات اور تاثرات کو بھی جان سکتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید ٹکنالوجی نے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں آسانیاں پیدا کی ہیں وہیں اس نے زبان و ثقافت کے حوالے سے بھی نئے امکانات کو روشن کیا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اردو بھی جدید ٹکنالوجی سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے۔

زبان کی ترویج و ترقی کے لیے سائبر اسپیس کے استعمال کی جہاں تک بات ہے تو یہاں وسائل بے شمار ہیں اور طریقے بھی ہزار ہیں۔ آڈیو، ویڈیو اور ڈیجیٹل تکنیک کی مدد سے ہم ان مسائل پر بھی قابو پا سکتے۔ اس وسیلے کو اردو ادب اور زبان دونوں حوالوں سے استعمال کرنے کی بہت زیادہ گنجائشیں موجود ہیں۔ ادب کے حوالے سے جو کام اب تک کیے گئے ہیں یا جو کچھ سائبر اسپیس میں موجود ہیں وہ تشفی بخش ضرور ہیں مگر یہ ناکافی ہیں اس میں مزید وسعت کی ضرورت ہے۔ اردو ادب کے ڈیجیٹل کتب خانے، سیاسی، ادبی و تہذیبی رسالے، اخبارات اور کتابوں کے مختلف سائٹس موجود ہیں۔ مگر ان میں موضوعاتی

سائنٹس کی بے انتہا کمی ہے۔

وکی پیڈیا جو معلومات کا اہم ذریعہ ہے یہ بھی اردو میں دستیاب ہے۔اِس وکی پیڈیا کی شروعات 2005 میں ہوئی۔لیکن اردو والوں کی بے توجہی کی وجہ سے اب تک اس میں بہت سی چیزیں موجود نہیں ہیں۔کیونکہ اس کی تخلیق اشتراک سے ہوئی ہے اور یہ ہماری توجہ کی طلبگار رہے۔اس وکی پیڈیا کی وضاحت اور اس کے تعارف کے لیے خود اس کے صفحہ اول میں جو لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں:

''اردو وکی پیڈیا کو رضا کار چلاتے ہیں۔تمام مصنفین اور مدیر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے رضا کار ہیں۔وکی پیڈیا ایک ایسی مخزن العلوم ہے جو اپنے پڑھنے والوں کے اشتراک سے لکھی گئی ہے۔یہ سائٹ ایک وکی ہے، یعنی کوئی بھی کسی بھی مضمون میں صفحے کو ترمیم کریں' کا لنک کلک کر کے صفحے میں ترمیم کر سکتا ہے۔وکی پیڈیا میں ہر قسم کے مختلف مضامین پر معلومات موجود ہیں۔یہ دیکھنے کے لیے صفحہ اول پر جائیے، اپنی پسند کا مضمون تلاش کیجیے اور تحقیق شروع کر دیجیے۔ہر صفحے کے اوپر والے حصے میں تلاش کرنے کا خانہ بھی موجود ہے۔اگر آپ کو کوئی مضمون پسند آئے تو آپ اس کے گفتگو والے صفحے پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔پہلے صفحے پر گفتگو کریں' والی لنک کو کلک کریں اور وہاں صفحے کو ترمیم کریں' والی لنک پر کلک کریں۔ہمیں آپ کے تاثرات پڑھ کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔اگر آپ کو کچھ مل نہیں رہا تو ہم سے امدادی صفحے پر رابطہ کریں۔اگر آپ کو کوئی نیا مضمون دیکھنا ہے جو ابھی ہمارے پاس نہیں ہے تو درخواست شدہ مضامین کے صفحے پر موجود فہرست میں اضافہ کر دیں۔''

http://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D9%86%D8%B5%D9% 88%D8%A8%DB%81:%D8%AA%D8%B9%D8%A7%D8%B1%D9%81%D9%88%DA%A9%DB%8C%D9%BE%DB%8C%DA% 88%DB%8C%D8%A7

ترتیب و ترمیم کے حوالے سے ویکی پیڈیا نے لکھا ہے کہ:

''ویکی پیڈیا میں کوئی بھی کسی بھی مضمون میں ترمیم کر سکتا ہے۔ بس صفحے کو ترمیم کریں والی لنک پر کلک کریں اور صفحے میں ترمیم کریں۔ اس کے لیے آپ کو لاگ اِن ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہماری مدد کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ ویکی پیڈیا کو کسی بھی دوسری مخزن العلوم کی طرح پڑھیں۔ جہاں آپ کو کوئی چیز صحیح نہ لگے تو صفحے کو ترمیم کریں' کلک کریں اور غلطی کو صحیح کر دیں۔ غلطی کرنے سے گھبرایئے مت، کیونکہ یہ غلطی بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ ویکی پیڈیا میں ابھی 15,504 مضامین ہیں اور اس تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نیا مضمون بھی شروع کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو مضمون بگاڑنے سے ڈر لگ رہا ہے تو ریت خانے میں جائیں اور دل بھر کر ترتیب و ترمیم کریں اس صفحے میں کچھ بھی کرنے سے مضمون خراب نہیں ہوسکتا۔ آپ پہلے ہماری ہدایات اور حکمت عملی پڑھ لیجئے۔ خاص کر ہماری غیر جانب داری کی حکمت عملی۔ یعنی کہ مضامین میں غیر جانب داری اور غیر طرف داری کا خیال رکھیں۔''

http//:ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D9%86%D8%B5%D9%88%D8%A8%D9%81:%D8%AA%D8%B9%D8%A7%D8%B1%D9%81_%D9%88%DA%A9%DB%8C%D9%BE%DB%8C%DA%88%DB%8C%D8%A7

شامل ہونا چاہیں گے؟

ترمیم تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اکاؤنٹ بنانے کے فوائد ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اکاؤنٹ بنائیں اور پھر تعارفی صفحے کے ذریعے سے اپنے آپ کو متعارف کرائیں۔ کسی صارف سے رابطہ کے لیے صارف کے ''تبادلۂ خیال'' کے صفحہ پر پیغام لکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ صارف کو برقی خط بھی بھیجا جا سکتا ہے۔

وکی بکس بھی ایک ایسا فلیٹ فارم ہے جہاں آپ اپنی کتابیں یا مضامین شائع کرا سکتے ہیں اب تو اردو کے مخصوص سائٹس ہیں جہاں صرف اردو کی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ کم از کم ان لوگوں کے لیے تو یہ آسان تر صورت ہے جو اپنی کتابیں کہیں شائع نہیں کرا سکتے تھے وہ یہاں کرا سکتے ہیں اور صرف کمپوزنگ کے صرفے کے ساتھ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس طرح کے پلیٹ فارم پر ایسے ہی ادیبوں کی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ اس طرح کے سائٹس پر اہم کتابیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ (اس طرح کی سائٹس کی تفصیلات ضمیمے میں موجود ہے)

اب سوال یہ ہے کہ اردو کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی زبان کیسے بنائیں۔ تو یہ کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے اگر آپ تھوڑی بہت بھی ٹکنالوجی کی شد بد رکھتے ہیں تو یہ آسان ہے شرط یہ ہے کہ آپ کا ارادہ مصمم ہو۔ اس سلسلے میں ذیل میں اس کی ترکیب بتائی جا رہی ہے کہ آپ اپنے کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ پر کیسے اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں اور اپنی مشین کو کیسے اردو میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

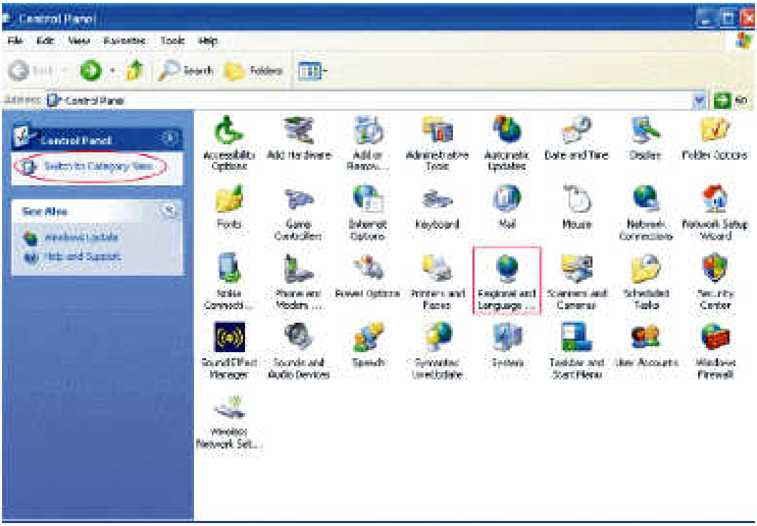

اردو (Urdu) انسٹال کرنے کا طریقہ:

اپنے کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ پر اردو لکھنے کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں:

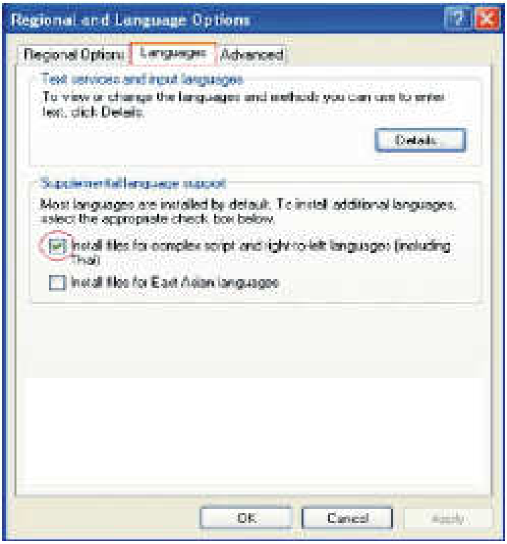

Windows XP یا Vista استعمال کرنے والوں کے لیے یہ ہدایات ہیں:

اگر آپ کے کمپیوٹر میں بیک اَپ فائل موجود ہے تو Windows XP کی CD کی

ضرورت نہیں، ورنہ Windows XP کی CD ڈال لیں۔

1۔ پہلے Start بٹن سے Control Panel میں جا کر Regional and

Language Options پر کلک کریں۔

2۔ لینگویج ٹیب کا انتخاب کریں اور پھر Install Files for Complex Script and right to-left languages (Including Thai) پر ٹک (√) کا نشان لگائیں۔

3۔ پھر Apply بٹن پر کلک کریں۔

4-Details بٹن پر کلک کریں۔

اس کے بعد

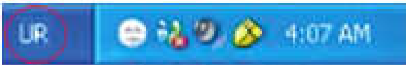

5-Add بٹن پر کلک کریں۔ پھر Input Language پر کلک کر کے Urdu کو منتخب

کرلیں۔

اس کے بعد آپ باہر آجائیں۔اور

IME-6/ Key Board layout پر کلک کر کے Phonetic کو منتخب کرلیں۔اس کے بعد OK بٹن کلک کر کے باہر آجائیں اور اپنے کمپیوٹر کو دوبارہ اسٹارٹ (Re-start) کریں۔اب آپ کے ڈیسک ٹاپ پر لینگلوتج آپشن آچکا ہوگا۔

اس پر کلک کریں یا پھر شارٹ کٹ کی Alt+Shift کا استعمال کر کے اسے اردو میں تبدیل کریں۔

اب آپ اپنے کمپیوٹر پر بہ آسانی اردو لکھ سکتے ہیں۔

Apple Mac میں اردو انسٹال کرنے کا طریقہ:

- ایپل مینو میں System Preferences سلکٹ کریں (جو اسکرین کی

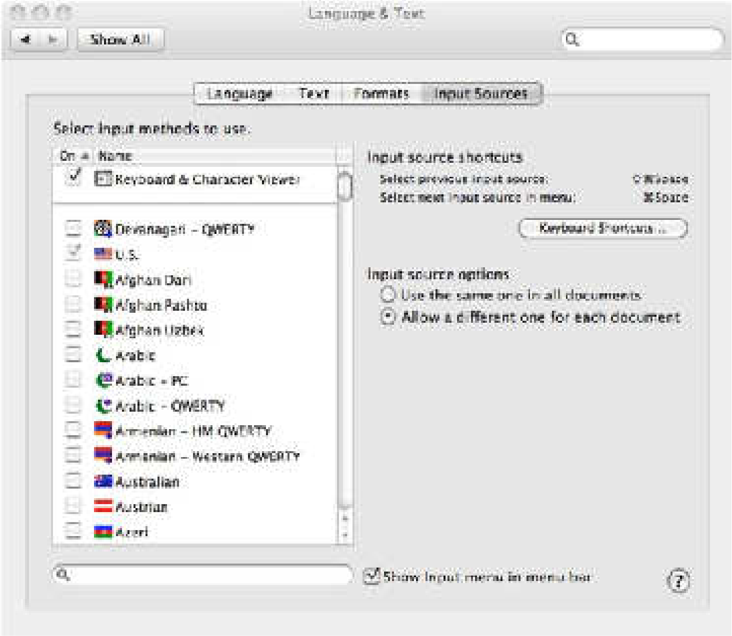

بائیں جانب اوپر کی طرف ہوتا ہے۔) پھر

- لینگویج اینڈ ٹکسٹ کو سلکٹ کریں۔
- اِن پٹ سروسز کے ٹیب یا ان پٹ مینو پر کلک کریں۔

ان پٹ سروسز پر کلک کرتے ہی ایک طویل لسٹ سامنے آتی ہے اس میں—

- Urdu QWERTY سلکٹ کرلیں اور اس ونڈو کے زیریں حصے میں—
- "Show Input menu in menu bar" کے باکس پر کلک کریں۔

اب اس لسٹ میں اوپر

- "Keyboard & Character Viewer" یا "Character Pallette" اور

"Keyboard Viewer" پر جائیں اور ان سے متصل باکس پر کلک کریں۔

اب Language & Text مینو کو بند کردیں۔

اردو فونٹ اور اردو کی بورڈ انسٹال کرنے کا طریقہ:

اردو فونٹ اور کی بورڈ کی دستیابی : انٹرنیٹ سے براہ راست اردو کے مختلف فونٹ حاصل (Download) کر سکتے ہیں۔ اردو کے اہم فونٹ کے نام یہ ہیں۔

- جمیل نوری نستعلیق
- جمیل نوری نستعلیق کشیدہ
- نسخ
- علوی نستعلیق وغیرہ
- پاک نستعلیق
- اردو عماد نستعلیق
- نفیس نستعلیق
- نفیس کشیدہ
- ایران نستعلیق

اس کے علاوہ مائکروسافٹ کے کئی فونٹ اردو کے لیے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں جیسے

Arial اور Times New Roman وغیرہ

نوٹ:

ان ہدایات پر عمل کرنے کے بعد آپ کے کمپیوٹر کے نیچے لائن میں Taskbar پر EN کا نشان بن کر آجائے گا۔ اب آپ کو جب بھی Word میں اردو لکھنا ہو یا ای میل کرنا ہو، فیس بُک پر جانا ہو یا کسی اور پروگرام پر کام کرنا ہو آپ بصد شوق پورے کمپیوٹر کو اردو میں استعمال کر سکتے ہیں۔ صرف اتنا کرنا ہے کہ Taskbar پر EN کو کلک کریں گے تو UR کا نشان بھی دکھے گا۔ اس پر کلک کر کے براہ راست اردو میں لکھنا شروع کر دیں۔ اب تو Mac ox یعنی ایپل کے کمپیوٹرس میں بھی آپ اردو کا استعمال کر سکتے ہیں۔ کمال عابدی نے

اس کی تفصیلات اپنے بلاگ پر دی ہے میں یہاں قارئین کی سہولت کے لیے اس کا لنک درج کر رہا ہوں۔

http://patriot.net/~abdali/urdumac.html # Installing UrduKeyboardLayout

نوٹ:

ہمارے ویب سائٹ سے بھی کی بورڈ اور اردو کے خوبصورت فونٹ ڈاون لوڈ کر سکتے ہیں۔مزید تفصیلات کے لیے ہمارے ویب سائٹ

www.khwajaekramonline/blog.com

پہ تشریف لائیں۔

☆☆☆

اردو زبان کی تدریس اور سائبر اسپیس
ایک تحقیقی جائزہ

سائبر اسپیس اور اردو تدریس

اکیسویں صدی کی یہ دوسری دہائی ہے لیکن اس برق رفتار دنیا میں سرعت سے بدلتی تہذیبی اور لسانی اقدار کو دیکھ کر اکثر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اقتصاد اور طاقت وقوت کے دوش

پر سوار مختلف اقوام اور ممالک کے لوگ اگر اپنی تہذیبی شناخت اور لسانی اقدار کو مضبوطی سے تھامے نہ رہیں تو عالمی نشیب وفراز کے ہلکے جھٹکے بھی انھیں گہری کھائی میں پہنچا دیں گے۔ ایسے وقت میں جب تمام اقوام وملل اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہاں زبان وادب پر گفتگو چہ معنی دارد؟ کیونکہ صارفیت (Consumerism) کے اس دور میں دنیا نہ صرف ملٹی لنگول ہوتی جا رہی ہے بلکہ علاقائی زبانوں کی اہمیت بھی بڑھ رہی ہے اور اردو کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے کسی علاقے سے جوڑ کر نہیں دیکھا جا سکتا۔ برصغیر کی وادیوں سے نکل کر سمندر کے دوسرے کناروں پر بسے ممالک میں بھی اس زبان کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تقریباً تمام براعظموں میں اس زبان کے بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ رسم خط جاننے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہے۔

مگر مقام شکر ہے کہ زمانے کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو کے اہل نظر اور صاحب بصیرت ادیبوں اور مفکروں نے ایسے لوگوں کے لیے جو اردو لکھ پڑھ نہیں سکتے، مگر سمجھ اور بول سکتے ہیں، جن کا ذہنی معیار بہت بلند ہوتا ہے اور ان میں قوت اخذ بھی زیادہ ہوتی ہے، اُن کے لیے جدید سائنسی اصولوں کے تحت بیش قیمت کتابیں لکھی ہیں۔ مگر جس طرح دنیا کی کوئی چیز اپنے آپ میں مکمل نہیں، اسی طرح یہ کتابیں بھی کمی کا احساس دلاتی ہیں۔ باوجود اس کے وہ اس ضرورت کو کسی نہ کسی طرح پوری کر رہی ہیں۔ اس لیے ان کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کتابوں کے حوالے سے اس مقالے میں بحث نہیں کی گئی ہے۔

یہاں میرا مقصود علم کے اس سمندر سے ہے جو زمین میں نہیں خلاؤں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہ سمندر آج کی دنیا کی ایسی ضرورت بن گیا ہے کہ اگر اس کی موجوں کے تلاطم سے کوئی تہذیب، خطہ، ملک یا قوم آشنا نہ ہوئی تو اس گلوبل ویلیج میں شاید اس کی حصہ داری نہ رہے۔ جی ہاں! سٹیلائٹ کے نظام پر مبنی تیزی سے گامزن دنیا کی تمام تر معلومات اور تمام تر امکانات اسی سمندر کی گہرائیوں میں پنہاں ہیں۔ اس سمندر سے موتی وہی چُن کر

لائیں گے جو غوّاص اور شناور ہوں گے۔ عہد حاضر کی تمام ترقی اور تنزلی اسی سے منسوب ہے۔ لیکن گھبرانے کی بھی کوئی بات نہیں کیونکہ اس مضطرب اور تلاطم خیز سمندر تک رسائی آپ کی انگشت کی پوروں (Finger Tips) سے ہوسکتی ہے۔ کمپیوٹر کے Key Board پر انگشت رکھ کر دنیا اور دنیا کے تمام علوم وفنون اور ممکنہ معلومات آپ گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی سائبر اسپیس ہے اور یہی خلاؤں میں علم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ سائبر اسپیس کی جو تعریف کی گئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

> "Cyberspace" is a term coined by a science fiction writer to describe the place where data is stored, transformed and communicated. Its meaning has broadened to include the full array of computer-mediated communications and interactions."

یعنی سائبر اسپیس عہد حاضر کا وہ خزانہ ہے جہاں علوم وفنون اور معلومات کا ذخیرہ پنہاں ہے۔ یہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس سے ہم آہنگی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ لیکن اردو زبان اور اہل زبان کے حوالے سے اگر سائبر اسپیس کا جائزہ لیں تو بروقت یہ شعر یاد آتا ہے:

اے موج بلا ملکے سے ذرا، دو چار تھپیڑے ان کو بھی
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

جی ہاں! ہم نے سائبر اسپیس کے امکانات کو خاطر میں نہیں لایا اسی لیے اردو تدریس کے حوالے سے جب کسی ایسے ویب سائٹ کی تلاش کرتے ہیں جو اردو زبان سیکھنے اور سکھانے کے عمل میں پورے طور پر معاون ہو تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ (میں ان ویب سائٹس کی بات کر رہا ہوں جو مفت قابل حصول (Free Accessable) ہیں البتہ کئی Paid Sites ضرور موجود ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ حروف تہجی کی شناخت، لفظوں اور جملوں کی ساخت، قواعد اور فرہنگ سب کچھ انھوں نے مہیا کرایا ہے۔ مگر میں نے ان سائٹس کو اس مطالعے میں شامل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اردو زبان کی ترویج اور فروغ کے نام پر دنیا بھر میں

کئی ایسے ادارے موجود ہیں جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سمت میں کام کر رہے ہوں گے، یا کر لینا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ہندستان میں انجمن ترقی اردو اور صوبائی سطح پر مختلف اردو اکیڈمیاں موجود ہیں مگر انھوں نے اس سمت میں کوئی کوشش نہیں کی۔ ان کے ویب سائٹس تو موجود ہیں مگر اکثر تو ایسے ہیں جو مہینوں تک Update بھی نہیں ہوتے۔ پاکستان میں البتہ اس سمت میں قابل قدر کوششیں ہوئی ہیں اور کئی ایسے سائٹس ہیں جو اردو سکھانے میں ابتدائی سطح پر معاون ہیں، لیکن یہ بھی بہت دور تک طالب علموں کا ساتھ نہیں دے پاتے۔ محض چند اسباق اور حروف تہجی کی شناخت تک محدود ہیں۔

بی بی سی کا خود مختار ادارہ جو خبر رسانی کے سبب پوری دنیا میں اپنی شناخت اور اہمیت رکھتا ہے، اس کے سائٹس پر بھی Urdu Learning کی سہولت موجود ہے لیکن یہاں بھی روزمرہ کی ضرورتوں کے مدنظر محدود مکالمے اور حروف تہجی کی شناخت کے سوا اگر کچھ ہے تو Link Sites ہیں۔ لیکن اس سائٹس پر تجزیاتی گفتگو سے قبل بی بی سی کے Home Page پر جو چند جملے اردو زبان کے حوالے سے لکھے گئے ہیں اُن پر غور خوض کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ ہم اپنی زبان، اردو زبان کی وسعت کا اندازہ بھی کر سکیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

Why learn Urdu?

1. "It is a living language spoken by 490 million people around the world.
2. "The Urdu community in the UK numbers about one million speakers.
3. " It is not just a practical language spoken on a daily basis, but one that produced scholarships and poetry. *

www.bbc.uk/urdu*

پہلے جملے میں بی بی سی نے جو اعداد و شمار دی ہے، وہ قابل غور ہے کیونکہ ہر طرف اور کم از کم ہندستان میں بار بار یہ بات کہی جاتی ہے کہ اردو زبان ختم ہو رہی ہے اور اس کا مستقبل بہت روشن نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ زبان کے زندہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بولنے والے کتنے ہیں۔ ہم اردو بولنے والے جب بھی اعداد و شمار کی بات کرتے ہیں تب یا تو سرحدوں کی لکیروں میں کھو جاتے ہیں یا اپنے ملک کے محدود رواج اور بے بنیاد اعداد و شمار پر صبر و سکون کر لیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ ایک تازہ ترین رپورٹ کے مطابق دنیا میں انگریزی کے بعد جس زبان نے وسیع علاقوں میں ہجرت کی ہے وہ اردو ہے۔ یعنی عالمی سطح پر اردو کو اس اعتبار سے دوسرا مقام حاصل ہے۔ اب ہماری توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ بی بی سی کے مطابق اردو بولنے والوں کی تعداد اگر 490 ملین ہے تو اس میں سے ایک ڈیڑھ سو ملین ایسے ضرور ہوں گے جو رسم خط سے واقف نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد ہندستان میں اور مغربی اور یوروپی ممالک میں زیادہ ہیں۔ پاکستان کے بارے میں مجھے علم نہیں۔ لیکن مغربی اور یوروپی ممالک میں نئی نسل کی ایک بڑی تعداد ہے جو اردو تو بولتی ہے مگر پڑھ لکھ نہیں سکتی۔ یہ طبقہ جدید طرز تعلیم سے ہم آہنگ ہے۔ معمولی معلومات کے لیے بھی نئی نسل کے بچے انٹرنیٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ انٹرنیٹ ان کے تدریسی نظام کا ایک اہم حصہ بھی ہے۔ اس صورت حال کو ذہن میں رکھیں اور سائبر اسپیس کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اتنی بڑی آبادی کے لیے انٹرنیٹ پر اردو Learning کے لیے عربی فارسی لرنگ سائٹ کے مقابلے کا بھی کوئی سائٹ نہیں ہے۔ Google Search کے ذریعے جتنے سائٹ ہمیں ملے ہیں، ان کی فہرست اگرچہ طویل ہے مگر زیادہ تر سائٹس Similar ہیں یا Link Sites ہیں۔ Google Search میں حیرت انگیز طور پر اکتالیس لاکھ سائٹ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان تمام سائٹس کو ایک ایک کر کے دیکھنا ایک مشکل کام ہے۔ لیکن TRP میں جو سائٹس اچھے ہیں۔ انہی کو بنیاد بنا کر ہم نے یہ مطالعہ کیا ہے اور موقع بہ موقع بعض ایسے سائٹس بھی دیکھے ہیں جو معیار بندی (Rating) میں بہت

پنچے ہیں۔ بطور حوالہ چند اہم سائٹس پر اجمالاً گفتگو کی جا رہی ہے۔

bbc.co.uk/languages/other/guide/urdu: اس سائٹ پر حروف تہجی کو Audio Support اور رومن اسکرپٹ کے ذریعے درج کیا گیا ہے۔ لیکن صرف مفرد حرف کو بتایا گیا، مرکب حروف کا ذکر تک نہیں ہے۔ (1a) اس کے بعد Listen & learn: Urdu کے تحت روزمرہ کی ضرورت میں پیش آنے والے جملے درج ہیں ان جملوں کو رومن رسم خط میں لکھنے کے ساتھ ان کا انگریزی متبادل بھی درج کیا گیا ہے (1b)۔

userskynet.be: یہ ایک سہ لسانی (Tri lingual) سائٹ ہے جو Self Learning اصول کے تحت تیار کیا گیا ہے۔ اس میں پہلے حروف تہجی درج ہیں (2a)۔ حروف کی مختلف شکلوں کو Initial, Medial, Final اور Detached کی درجہ بندی کرتے ہوئے وضاحت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ (2b) بعد ازاں الگ الگ حروف کو جوڑ کر لفظ بنانے کی ترکیب بتائی گئی ہے (2c) اور تلفظ کو ہندی، انگلش میں بھی بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد Short Vowel, Long Vowel اور مخصوص علامات (Special Sign) جیسے جزم، ساکن، ہمزہ وغیرہ کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اسباق بھی دیے گئے ہیں۔ پہلے سبق میں چار خانوں کے تحت جملے بنانے کی ترکیب اور اس کا مفہوم انگلش میں دیا گیا ہے جسے سن کر بھی سمجھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔ جملے بنانے کی ترکیب ایسی ہے جو غیر اردو داں کے لیے بھی مفید ہے۔ سائٹ کی تیاری میں جدید تکنیک کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے کہ تمام جملے اردو میں لکھے گئے ہیں لیکن جب کسی جملے پر کرسر (Cursor) رکھتے ہیں تو وہاں رومن اسکرپٹ میں وہی جملہ نظر آتا ہے اور اس کا ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ جملے کی ساخت میں اسماء، افعال، اور ضمائر کا استعمال آسانی سے سمجھ میں آجائے مثلاً: (2d)

ا۔ آداب عرض جناب۔　　　　Greeting Sir!

Hello Sir!

۲۔ میں یونیورسٹی میں پروفیسر ہوں　　University/in/Professor/am / I

I am Professor in the University.

باقی اسباق ابھی تیاری کے مراحل میں ہیں۔ بہر کیف اگر یہ سائٹ اسی جذبہ کے ساتھ Upload ہو گیا تو یہ بہت بہتر سائٹ ہوگا۔

ukindia.com: اس سائٹ میں پینٹ برش کی مدد سے حروف جس طرح لکھے گئے ہیں وہ ذوق جمال کو مجروح کرتے ہیں ضمیمہ نمبر 3(3a)۔اس کے علاوہ حروف میں یکسانیت نہیں آپاتی ہے۔اعراب کا اہتمام اور مختلف حروف سے لفظوں کی ساخت بہت بہتر طور پر نہیں سمجھائے گئے ہیں اور نہ ہی Audio Support کے ذریعے ان آوازوں سے آشنا کرانے کا اہتمام ہے۔قابل توجہ امر یہ ہے کہ لفظوں کے لکھنے میں بھی غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔مثلاً فیئر کو فئر لکھا گیا ہے(3b) اس میں شوشہ غائب ہے اور ہاف کو شوشہ کے ساتھ لکھا گیا ہے(4c)۔ یہ ایک مثال ہے مگر ایسی کئی غلطیاں موجود ہیں۔اسی طرح تحریر میں حروف کے درست مقام (Placing) کا بھی خیال نہیں رکھا گیا ہے۔(4d) اور جہاں بڑے جملے لکھے گئے ہیں وہاں رومن حروف کو بھی اُلٹا لکھا گیا ہے(4e)۔مثال ملاحظہ فرمائیں:

وکّی سُو چ دَوِڈ یواَون

i.k.k.i.v ch.i.v.s the o.y.d.io n.o

آپ غور کریں کہ یہاں جو متبادل دیے گئے ہیں وہ کیسے ان حروف کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔بہر کیف یہ ایک کوشش تو ضرور ہے مگر کیا ایسی کوششیں مثبت ہیں؟ اس سوال اس کا جواب قارئین کے لیے چھوڑتا ہوں۔ بہر کیف یہ سائٹ کئی اسباق پر مشتمل ہے جن کو Zipped Format کے تحت رکھا گیا ہے۔

pakdata.com: یہ سائٹ اس اعتبار سے بہت بہتر ہے کہ اس میں نستعلیق کا استعمال ہوا ہے۔ نستعلیق کا فونٹ کمپیوٹر کی اردو تحریر کے لیے سب سے دلکش ہے۔سائٹ کے منتظمین حالانکہ اردو نستعلیق اور اردو سافٹ ویئر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ان کے پاس یہ

صلاحیتیں موجود ہیں کہ وہ اردو سکھانے کے بہتر سے بہتر سائٹ بنا سکتے ہیں۔انھوں نے جو قابل استعمال لنک (Accessable Link) کی سہولت فراہم کر رکھی ہے وہ جدید طرز اور پر کشش نستعلیق رسم خط میں موجود ہے۔تمام حروف تہجی کو خوبصورت اور مزین طریقہ سے Home Page پر رکھا گیا ہے ضمیمہ نمبر 4 اور کسی بھی حرف پر کلک کرنے سے وہ حرف بلیک بورڈ پر لکھتے ہوئے دکھائی دے گا۔(4a) اس عمل سے نو آموز کو آسانی ہوتی ہے وہ حروف کو لکھنے کے صحیح طریقے سے واقف بھی ہو جاتا ہے۔اور اسی صفحے پر دوسری جانب تصویر کی مدد سے لفظ اور معنی کو سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔لیکن اس کے آگے مفت قابل حصول (Free Accessable) اسباق نہیں ہیں۔البتہ ان کے سائٹ پر قواعد اور لغت کے سافٹ ورزن موجود ہیں جنھیں خرید کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

<u>www.languageshome.com:</u> یہ سائٹ مختلف زبانوں کے حوالے سے بنایا گیا۔اس سائٹ میں کئی ہندستانی زبانیں شامل ہیں۔Learn Urdu کے حوالے سے جو پہلا صفحہ ہے، اس صفحے پر English Urdu ضمیمہ نمبر 5 کے عنوان سے رومن اسکرپٹ میں انگریزی کے الفاظ اور جملے لکھے گئے ہیں اور دوسری جانب اس کے معانی دیے گئے ہیں۔اس سائٹ کی خامی یہ ہے کہ یہ اغلاط سے مبرا نہیں ہے۔چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

انگلش کا جملہ	اردو ترجمہ
He eats an apple.	(Woh sev khaatein hai)
He has eaten.	(Woh khaa chukhey)

صرف ان دو جملوں کو دیکھیں تو پہلے جملے میں اردو کے ''وہ'' کو ہندی کے ''وَہ'' کا تلفظ دیا گیا ہے۔اور ہندی ہی کی طرح 'سیب' کو 'سیو' لکھا گیا ہے اور 'چُکے' کو 'چھکے' لکھا گیا ہے۔

ان کے علاوہ کچھ اسلامی سائٹ بھی ہیں جو عربی، اردو سیکھنے اور سکھانے کے اعتبار سے اہم ہیں۔مگر ان کا دائرہ بھی محدود ہے۔مختصر یہ کہ اردو سیکھنے کے بہت سے سائٹ ہیں، جن کی تعداد ہزاروں میں ہیں مگر زیادہ تر سائٹ محض حرف اور زبان کی بات کر کے

سرسری گزر جاتے ہیں یا وہ Chat Group کے سائٹ ہیں یا معمولی معلومات مہیا کراتے ہیں۔ جدید تر ٹکنالوجی کا استعمال اور انٹرنیٹ کے ذریعے اردو زبان کے سیکھنے اور سکھانے کے عمل میں جو تساہلی برتی جارہی ہے وہ باعث تشویش ہے۔ میں فارسی زبان سیکھنے کے لیے بنائے گئے ایک سائٹ کی مثال دینا چاہوں گا۔ easypersian.com کے نام کا سائٹ 157 سباق پر مشتمل ہے اور مفت قابل حصول ہے، جو انگریزی زبان کے ذریعے فارسی سیکھنے کا بہترین سائٹ ہے۔ اس میں Audio کی مدد سے تلفظ اور ادائیگی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ اس سائٹ کو اسباق کے لحاظ سے ہفتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زبان سیکھنے میں جو بھی عناصر معاون ہوتے ہیں حتی الامکان ان کا خیال رکھا گیا ہے۔ اردو میں بھی اس طرح کے سائٹ بنانے کی ضرورت ہے۔ ایسے سائٹ کی موجودگی سے نئی نسل کی بڑی آبادی اس سے مستفید ہو سکے گی۔

اردو کونسل کی ویب سائٹ پر موجود آن لائن ڈیجیٹل لرننگ پروگرام اردو زبان کی تدریس کا بے حد موثر پروگرام ہے۔ اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ پروگرام Self- Learning Method کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے اور آڈیو ویزول (Audio-Visual) فورمیٹ میں ہے۔ یہ پروگرام درج ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

- Script Lesson
- Structure Lesson
- Anthology
- History of Urdu Literature
- Land & People

پہلا باب Script Lesson اردو رسم الخط کی تدریس سے متعلق ہے اور اس کے لیے گرافک السٹریشن کی مدد لی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حروف اور الفاظ کے تلفظ کی صحیح ادائیگی میں بھی قاری کی مدد کرتا ہے۔ اس باب میں کل ستائیس اسباق ہیں جو حروف تہجی، تنوین، ہندسوں وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں۔

دوسرا باب Structure Lesson جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے اردو قوائد کے مطابق اردو بول چال کی تدریس پر مبنی ہے۔ اس باب میں پچیس اسباق ہیں۔ جو مختلف مواقع کے اعتبار سے قاری کو اردو بول چال کا درس دیتا ہے۔ اس میں بھی Illustration کا بہت عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔

تیسرے باب Anthology کے دو حصے ہیں نثر (Prose) اور شاعری (Poetry)۔ حصۂ نثر میں انشائیہ کی تعریف کے علاوہ سولہ 16 اسباق ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اس باب میں بھی وائس اوور کی مدد سے متن کی قرأت سے قاری کو روشناس کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

1	غالب کے لطیفے	اسد اللہ خان غالب
2	مجھے میرے بزرگوں سے بچاؤ	کنہیالال کپور
3	کتے	پطرس بخاری
4	ایک بار الیکشن میں	رشید احمد صدیقی
5	مچھر	خواجہ حسن نظامی
6	اچھی کتاب	عبدالحق
7	تعصب	سر سید احمد خاں
8	آرام کی قدر مصیبت کے بعد ہوتی ہے	شیخ سعدی
9	قصہ حاتم طائی	میر امن
10	کابلی والا	رابندر ناتھ ٹیگور
11	احسان کا بدلہ احسان	ذاکر حسین
12	بھولا	راجندر سنگھ بیدی
13	چندرو کی دنیا	کرشن چندر

14	دو بیل	پریم چند
15	امراؤ جان ادا	مرزا ہادی رسوا
16	محلے کی ہولی	اطہر پرویز

دوسرا حصہ جو شاعری کا ہے اس میں نظموں اور غزلوں کے الگ الگ زمرہ جات ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

نظمیں

1	ساری دنیا کے مالک	الطاف حسین حالی
2	ہمارا وطن	برج نرائن چکبست
3	پرندے کی فریاد	علامہ اقبال
4	آدمی نامہ	نظیر اکبر آبادی
5	برسات	اسمعیل میرٹھی
6	مٹی کا دیا	الطاف حسین حالی
7	بچے کی دعا	علامہ اقبال
8	بادل اور تارے	تلوک چند محروم
9	خواب بسیرا	فیض احمد فیض
10	نوالہ	علی سردار جعفری
11	قبر	اختر الایمان
12	ہم بادل کہلاتے ہیں	جگن ناتھ آزاد
13	شام	جوالا پرشاد برق لکھنوی

غزلیں

1	(ا) الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا	میر تقی میر
	(ب) چلتے ہیں تو چمن کو چلیے سنتے ہیں کہ بہاراں ہے	
2	ابن مریم ہوا کرے کوئی	مرزا غالب
3	نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی	مرزا داغ دہلوی
4	آپ کی یاد آتی رہی رات بھر	مخدوم محی الدین
5	رہ نوردِ بیابانِ غم صبر کر صبر کر	ناصر کاظمی تیسرا

تیسرا باب جس کا عنوان History of Urdu Literature ہے دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں A Historical Perspective of Urdu کے عنوان سے انگریزی میں ایک مضمون ہے جو ہندستان میں اردو زبان و ادب کی تاریخ پر روشنی ڈالتا ہے جبکہ دوسرے حصے میں سید احتشام حسین کی ایک کتاب "اردو کی کہانی" موجود ہے جس کے بشمول دو دیباچے اور سولہ ابواب ہیں۔

پانچواں باب جو Land & People کے عنوان سے ہے ابھی زیر تعمیر ہے اور یہ باب ان خطوں کی طرز زندگی سے متعلق دستاویزی فلموں پر مبنی ہوگا جہاں اردو بولی جاتی ہے۔

امکانات اور تجاویز

اس وسیلے کو اردو ادب اور زبان دونوں حوالوں سے استعمال کرنے کی بہت زیادہ گنجائشیں موجود ہیں۔ ادب کے حوالے سے تو جو کام اب تک کیے گئے ہیں یا جو کچھ سائبر اسپیس میں موجود ہیں وہ تشفی بخش ہیں۔ اردو ادب کی ڈیجیٹل لائبریری، ادبی و تہذیبی

رسالے، اخبارات اور کتابیں وغیرہ کے مختلف سائٹس موجود ہیں۔ لیکن اسے آخری منزل نہ تصور کیا جائے کیونکہ:

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

علامہ اقبال کی دور بینی ملاحظہ فرمائیں کہ جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ ”تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں“ تو ان کے سامنے کیا تصورات رہے ہوں گے۔ اس وقت تو انسان چاند پہ بھی نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اگر آج وہ ہوتے تو یقیناً فضاؤں کی جگہ خلائیں کہتے۔ اب اگر ہمیں رو بہ عروج رہنا ہے تو خلاؤں کی سیر تو ضروری ہی ہے مگر اس کا مطالعہ اور تحقیق ناگزیر ہے۔ اس لیے اس سمت میں مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اردو ہر میڈیم سے ہم آہنگ رہے۔

زبان کی تدریس کے لیے سائبر اسپیس کے استعمال کی جہاں تک بات ہے تو یہاں وسائل بے شمار ہیں اور طریقے بھی ہزار ہیں۔ آڈیو، ویڈیو اور ڈیجیٹل تکنیک کی مدد سے ہم ان مسائل پر بھی قابو پا سکتے ہیں جو عام طور پر نو آموز طلبا کو پڑھانے میں پیش آتے ہیں۔ ان میں سے دو مسائل بہت ہی اہم ہیں۔

1۔ تلفظ کا مسئلہ

2۔ رسم خط کا مسئلہ

تلفظ کا مسئلہ

یوں تو ہر نئے سیکھنے والے کے لیے رسم خط ایک مسئلہ ہوتا ہے مگر اردو رسم خط کے جو مسائل ہیں ان کی نوعیت جداگانہ ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر زبان کی اپنی مخصوص آوازیں ہوتی ہیں اور یہی آوازیں لفظ بن کر مخصوص تہذیب کی نمائندگی کرتی ہیں۔ جن

طالب علموں کو ذہن میں رکھ کر تلفظ کے مسئلے پر بات ہو رہی ہے وہ بہت حد تک اس مخصوص تہذیب اور اس زبان کی آوازوں سے واقف ہوتے ہیں البتہ چند آوازیں ایسی ہیں جن میں تمیز کرنا ان کے لیے بہت مشکل ہے۔جن کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں۔

1۔ایسے طالب علم عام طور پر''ج''اور''ز'' کی آوازوں کو تو ضرور جانتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کی ادائیگی وہ صحیح طور پر نہیں کر پاتے یا ان میں تمیز نہیں کر سکتے۔لیکن یہ دشواری تمام طالب علموں کے ساتھ نہیں کیونکہ ان میں سے تقریباً سبھی ایسے ہوتے ہیں جو انگریزی جانتے ہیں۔اس لیے J اور Z کے فرق کو محسوس تو کرتے ہیں مگر اسے اپنی گفتگو میں کس قدر برتتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے۔اردو رسم خط میں Z کی آواز کے لیے بالترتیب ذ۔ز۔ض۔ظ چار حروف ہیں۔یہ آوازیں ان کے لیے کیوں کر پریشان کن ہوتی ہیں اس پہلو پر غور فرمائیں۔ان چاروں آوازوں (ذ۔ز۔ض۔ظ) کے فرق کو ہم اور آپ بخوبی اپنی تحریروں میں ملحوظ رکھتے ہیں مگر کیا بول چال کی زبان میں خود اہل زبان ان آوازں کے فرق کو نمایاں کر پاتے ہیں؟ میں قطعی طور پر نفی یا اثبات میں کچھ نہیں کہتا مگر آپ کسی ایسے جملے کو لیں جس میں یہ مختلف آوازیں شامل ہوں مثلاً'' استاد اگر اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کو سمجھتے ہیں تو مجال ہے کہ کوئی نظر بھی اُٹھا سکے یا باز پرسی کی ہمت کرے۔'' آپ خود اس جملے کو دہرائیں۔اس جملے میں ذ، ز،ض، ظ، اور ج یہ پانچوں آوازیں موجود ہیں مگر بیشتر حضرات کے تلفظ سے سوائے'ج' اور'ز' کے کوئی فرق نمایاں نہیں ہوگا۔

2۔اسی طرح'ع' کی آواز کو دیکھیں جب ہم جمعہ، وعدہ، طبیعت، جمع وغیرہ بولتے ہیں تو کیا'ع' کی آواز کو پورے طور پر واضح کر پاتے ہیں۔

3۔یا خطاب، خطا، خط، اور تماشہ، تمام، تاریک وغیرہ میں تلفظ کے لحاظ سے 'ط' اور'ت' میں کیا فرق کرتے ہیں؟ نئے سیکھنے والوں کے لیے یہی پریشانی کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو چیزیں Practice میں ہوتی ہیں ان کا سیکھنا اور سکھانا آسان ہے لیکن

جو Practice میں نہیں ہیں ان کا سیکھنا سکھانا دونوں مشکل ہے۔اسی لیے نوخواندہ اور نوآموز طلبہ اکثر پوچھتے ہیں کہ ایک ہی حرف کے لیے اتنے حروف کی کیا ضرورت ہے؟انھیں مطمئن کرنا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ جب تک اُن کو اِن آوازوں کے طریقِ ادائیگی اور مخارج کی باریکیوں سے بخوبی واقف نہ کرایا جائے وہ مطمئن نہیں ہوں گے اور یہی باریکیاں اردو کی نزاکتیں بھی ہیں اور حُسن بھی لہٰذا یہ مسئلہ خصوصی توجہ کا متقاضی ہے۔اگر ہم اردو میں بھی انگریزی کی طرح ہجہ (Spelling) کے طریقے کو رائج کر سکیں تو مناسب ہوگا جس طرح انگریزی پڑھتے وقت طالب علم Station اور Passion کے سلسلے میں اساتذہ سے یہ سوال نہیں کرتے کہ 'tion' اور 'ssion' دونوں ''شن'' کیسے پڑھا جاتا ہے۔اگر اردو میں یہ رواج مستحکم ہوگئی تو یہاں بھی سوالات کم ہونے لگیں گے۔ انٹرنیٹ پر بھی ابتدا میں ہی اس بات کی وضاحت کردی جائے تو طلبا کا ذہن شروع سے بن جائے گا۔ساتھ ہی سمعی اور بصری امدا دکا استعمال کرنے سے خفیف سے خفیف فرق کو بخوبی سمجھایا جاسکتا ہے۔اور اگر نقشے یا تصویر کی مدد سے مخارج کی بھی نشاندہی کی جائے تو تلفظ کا مسئلہ بہت حد تک کم ہوسکتا ہے۔

رسم خط کا مسئلہ

اردو رسمِ خط کے سلسلے میں بھی اسی طرح کی پریشانیاں سامنے آتی ہیں مثلاً زبان کی تدریس میں بولنے، سننے اور پڑھنے کے علاوہ لکھنے کا عمل بھی نہایت اہم ہے جس پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیئے۔اردو چونکہ مختلف طریقوں سے لکھی جاتی ہے مثلاً خطِ نسخ، خطِ شکستہ اور نستعلیق وغیرہ ساتھ ہی کتاب کی تحریر اور ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر میں بھی کافی فرق ہوتا ہے جو طلبہ کے لیے پریشانی کا سبب ہوتا ہے۔

1۔اس کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ الفاظ کی شناخت کا بھی ہے کیونکہ وہ جس رسمِ خط کو جانتے ہیں میری مراد ہندی اور انگریزی سے ہے، یہاں الفاظ جداگانہ طور پر بآسانی پڑھے جاسکتے ہیں کیونکہ ہندی میں ایک لفظ کے مختلف حروف کے اوپر ایک لکیر کھینچ دی جاتی

ہے۔اس طرح ایک لفظ دوسرے لفظ سے واضح طور پر الگ ہوجاتا ہے اور انگریزی میں ایک لفظ اور دوسرے لفظ کے درمیان مناسب فاصلہ ہوتا ہے اور ایک لفظ کے تمام حروف باہم مربوط ہوتے ہیں۔اردو میں بھی اگرچہ اس طرح کا اہتمام ہے مگر بہت واضح نہیں بالخصوص مرکب الفاظ میں اور بعض اوقات ہم شکل حروف والفاظ میں قرأت کی پریشانی تو بہرحال ہوتی ہے مثلاً ''یہ منزل دوردودراز اور بہت کٹھن ہے۔''اس جملے میں ''دوردودراز اور'' کو پڑھنے میں نئے طالب علموں کو کئی طرح کی پریشانی ہوتی ہے۔اول تو یہ کہ کون سے حروف ایک دوسرے سے مل کر پڑھے جائیں گے اور کون سے حروف مصوتے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔اس طرح کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر اصل مقصد تو اس طرح کے مسائل کا حل پیش کرنا ہے۔اس سلسلے میں اگر مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تو اس طرح کے مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔

2۔ابتدائی سطح کے اسباق کی تیاری میں یہ خاص اہتمام کیا جائے کہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ کے درمیان مناسب فاصلہ ہو۔

3۔اعراب یعنی مختلف آوازوں کے لیے جو علامتیں مخصوص ہیں ان کا خصوصی طور پر اہتمام کیا جائے۔اور ابتدائی سطح کے کم ازکم بیس اسباق ایسے ہوں کہ ان میں اعراب کا اہتمام کیا گیا ہو۔اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ان کے پاس الفاظ کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوجائے گا اور وہ الفاظ ان کو ازبر بھی ہوجائیں گے اس کے بعد اگر نوآموز طلبہ کے سامنے ایسی تحریر آئے گی جن میں اعراب کا استعمال کم سے کم بھی ہو تو اسے پڑھنے میں انھیں اتنی پریشانی نہیں ہوگی۔

4۔اردو کی ایسی آوازیں جو ان کے لیے بالکل نئی ہیں اور جن کی ادائیگی میں بھی خفیف فرق موجود ہے اسے سکھانے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس طرح کی آوازوں پر مشتمل الفاظ کی زیادہ سے زیادہ مشقیں تیار کرائی جائیں تاکہ ان کی ہجے انھیں یاد ہو جائیں اور اس طرح کے الفاظ کی شکلیں ان کے ذہن نشیں ہوجائیں۔

ان نکات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ماہرین لسانیات، تکنیکی ماہرین اور سافٹ ویئر انجینئرس کے مفید مشوروں کے ساتھ اگر Urdu Learning کے سائٹس بنائے جائیں تو شاید بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔

☆☆☆

ادب کیا ہے؟ اور ادب کی افادیت کیا ہے؟ یہ سوالات ہزاروں بار سامنے آئے اور ہزاروں بار اس سوال کا جواب دیا گیا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر جواب دوسرے سے الگ اور درست ہے۔ ہر چند کہ ادب کی تعریف ہر انسان کے ذہن میں الگ ہوتی ہے تاہم ادب اپنے ہمہ گیر معنوں میں اجتماعی اور انفرادی تجربات کا منظم اظہار ہے اور یہ اظہار اپنے ذرائع ترسیل کے مطابق لوگوں کے دلوں تک پہنچتا اور اثر انداز ہوتا ہے۔ اظہار کی دوسری اقسام کی طرح ادب بھی اپنے ذرائع ترسیل یا میڈیم کو تبدیل کرتا رہتا ہے اور اس طرح اپنے وجود کو دوام بخشتا ہے۔ ان وسائل کی مثالیں ہمیں قدیم گپھاؤں میں لکھے مذہبی اقوال، پتھر اور چمڑے پر لکھی گئی عبارتوں کی شکل میں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ وقت کی سیمابی فطرت جمود پسند نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر جامد شے گزرتے وقت کے ساتھ اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔

موجودہ دور پچھلے ادوار سے کہیں زیادہ سریع ہے اور یہ سرعت اسے اس انقلاب نے بخشی ہے جسے عام طور پر انفارمیشن ٹکنالوجی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس دور میں ہر شے کسی نہ کسی صورت میں کمپیوٹر سے جڑی ہے یا اپنے وجود کی سلامتی کے لیے کمپیوٹر کی مرہون منت ہے۔ ان حالات میں ادب نے بھی اس انقلاب کو لبیک کہا اور خود کو بے حد سرعت سے ڈیجیٹل قالب میں ڈھالنے کی سعی کرنے لگا۔ بہت ہی قلیل مدت میں ادب سائبر اسپیس کا ایک بڑا حصہ بن گیا اور اس میں بتدریج اضافہ جاری ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ ہم عالمی ادب کا کوئی بھی بڑا نام سرچ انجن میں ٹائپ کرتے ہیں اور اس سے متعلق معلومات کا ایک خزانہ ہمارے سامنے موجود ہوتا ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ادب کی ترسیل کا موثر ترین ذریعہ سائبر اسپیس ہے جبکہ مستقبل میں اس کے امکانات قوی ہیں کہ تمام روایتی ذرائع کی حیثیت محض آرکائیو کی رہ جائیگی اور ادب کی اشاعت اسی جہان مجازی میں ہوا کرے گی۔ سائبر اسپیس پر ادبی مجلّات کی بات کریں تو اب بھی کئی سارے مجلّے ایسے ہیں جو روایتی شکل کی بجائے ڈیجیٹل شکل میں شائع ہو رہے ہیں اور ہزاروں لوگوں

تک رسائی حاصل کر رہے ہیں۔ روایتی اشاعت کے ڈیجیٹل اشاعت میں تبدیل ہونے کی تازہ ترین مثال انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کا وہ اعلان ہے جس میں اس نے اپنی روایتی اشاعت کو بند کرنے اور ڈیجیٹل اشاعت کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سب سے پہلی وجہ اس کتاب کی ضخامت ہے جس کی وجہ سے اسے کئی جلدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دوسری وجہ اس کی ماحولیات کے تحفظ کا ادراک ہے جو کاغذ کو کم سے کم خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور تیسری وجہ مواد کی تلاش میں آسانی ہے جو کسی بھی موضوع تک قاری کی رسائی کو آسان بناتا ہے۔ اور یہی وجوہات ادب کو ڈیجیٹائز کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔

اردو ادب کی سائبر اسپیس میں شمولیت کی تاریخ بارہ سے چودہ سال کی ہے۔ ابتدائی ایام میں اردو تصانیف کے انتخاب کے طور پر ذاتی پورٹل پر شائع کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ بتدریج بڑھتا رہا۔ پھر کچھ ویب سائٹ اخباری خصائص کے ساتھ سامنے آئیں اور ان پر ادب کا بھی صفحہ ہوتا تھا جس پر شاعری اور فکشن کا انتخاب ہوا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ کچھ ویب سائٹ ایسی وجود میں آئیں جو خالصتاً ادبی تھیں اور ان میں سے کچھ ایسی بھی تھیں جو قاری سے مالی معاونت کا مطالبہ کرتی تھیں اور ایک خاص رقم کے بدلے اپنی خدمات فراہم کرتی تھیں۔ کچھ ویب سائٹ ایسی بھی آئیں جو اردو کتابیں پی۔ڈی۔ایف کی شکل میں قارئین کو فراہم کرتی تھیں اور اب بھی کرتی ہیں جن میں اردوستان ڈوٹ کوم کا نام نمایاں ہے تاہم ان ویب سائٹس نے وقت کے ساتھ ساتھ خود کو تبدیل نہیں کیا اور جمود کا شکار ہو گئیں۔ کچھ ویب سائٹ ایسی بھی تھیں جو اردو شاعری کے سرمائے کو رومن رسم الخط میں لوگوں تک پہنچا رہی تھی اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ ان ویب سائٹس میں اردو پوئٹری ڈوٹ کوم کو سرفہرست رکھا جا سکتا ہے۔ سائبر اسپیس پر اردو کی آمد کے کچھ سالوں بعد آرکائیو ڈوٹ اوآر جی پر اردو کی وہ کتابیں ڈالی گئیں جو عثمانیہ لائبریری حیدرآباد، یونیورسٹی آف ٹورنٹو کی لائبریری اور اسی طرح کے دوسرے کتب خانوں سے اسکین کی گئی ہیں۔ اس ویب سائٹ پر ابھی اردو کی تین ہزار سے

زیادہ کتابیں موجود ہیں جن میں بہت سی نادر کتابیں بھی ہیں جن کے کچھ ہی نسخے دنیا میں دستیاب ہیں۔ یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہوگا کہ اس ویب سائٹ پر زیادہ تر کتابیں ملین بک پروجیکٹ کے تحت آئی ہیں جو ہندنژاد امریکی ٹیکنوکریٹ راج ریڈی کی سربراہی میں چل رہا ہے۔ راج ریڈی امریکہ کی میلن کارنیگی یونیورسٹی میں روبوٹکس اور مصنوعی ذہانت (Robotics and Artificial Intelligence) کے شعبے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس سے قبل وہ اسٹینفورڈ یونیورسٹی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ اس پروجیکٹ نے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں کو نہ صرف یہ کہ ڈیجیٹل قالب میں ڈھالنے کا کام کیا ہے بلکہ اسے مختلف پورٹل کے ذریعے عوام تک پہنچنے کی آزادی بھی دی ہے۔ ڈیجیٹل لائبریری آف انڈیا اور یونیورسل لائبریری جیسی ویب سائٹ کی زیادہ تر کتابیں بھی اسی پروجیکٹ کے تحت اسکین کی گئی ہیں۔ اسی طرح کی اور بھی کاوشیں اگر سامنے آتی ہیں تو یقیناً اردو ادب کی زیادہ تر کتابیں سائبر اسپیس کے ذریعہ بہت ہی کم خرچ پر قاری کو فراہم کی جاسکیں گی۔

اس کے علاوہ بلاگنگ ایک اور رجحان ہے جو ادب کی ترویج و اشاعت میں بے حد موثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ کوئی شاعر، نقاد یا افسانہ نگار اپنا ذاتی بلاگ تخلیق کر کے اس پر اپنی تصنیفات شائع کرسکتا ہے۔ اسی طرح کوئی بلاگ ایسا بھی تخلیق کیا جاسکتا ہے جسے منتخب مضامین، شاعری اور فکشن کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے۔ سائبر اسپیس پر اس طرح کے بے شمار بلاگ ہیں جو زبان و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ کچھ بلاگز اردو زبان و ادب کی قابل قدر ویب سائٹ کا تجزیہ کرتے ہیں تو کچھ ادب کی افہام و تفہیم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس دور کے نمایاں رجحانات میں سے ایک رجحان سوشل نیٹ ورکنگ کا ہے۔ اس نے نہ صرف نوجوانوں بلکہ بزرگوں تک کو اپنا گرویدہ کیا ہے۔ آج کی نوجوان نئی نسل سوشل نیٹ ورکینگ سائٹس سے بہت قریب سے جڑی ہوئی ہے۔ خاص طور پر فیس بک

اور یو ٹیوب جیسی سائٹس کو نئی نسل بڑی دلچسپی سے دیکھتی ہے۔ پرنٹ میڈیا کے ذریعے ہم اپنی باتوں کو سنجیدہ قارئین تک ہی پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن نئی نسل کا نوجوان طبقہ زیادہ تر ان وسائل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لیے اگر ہم یو ٹیوب اور فیس بک جیسی سائٹس پر اپنے مقصد کے اعتبار سے چھوٹے چھوٹے پروگرام بنا کر اپ لوڈ کریں تو اپنی باتیں دلچسپ انداز میں نئی نسل تک پہنچا سکتے ہیں۔ ابتدائی دور میں Orkut اور اب Facebook، Twitter جیسی سائٹ پر موجود اردو ادب کے کسی بھی فورم پر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ادب کے مختلف موضوعات پر کس شد و مد سے گفتگو ہو رہی ہے۔ سوشل نیٹ ورک پر ایک اور بہت بڑی سہولت یہ ہے کہ یہ سرحدی قیود سے ماورا ہے۔ کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی حصے سے کسی ادبی گفتگو میں شامل ہو سکتا ہے اور اپنی آراء کا اظہار کر سکتا ہے۔ اس طرح سوشل نیٹ ورک پر موجود ہر فورم بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے۔ بات کسی شعر کے وزن اور بحر کی ہو یا پھر کسی افسانے کے تجزیے کی ہر موضوع پر بات ہوتی ہے اور خوب ہوتی ہے۔ کچھ فورم پر اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ کسی موضوع پر مستند آراء کی اشاعت کی جائے۔

دوسرا بڑا فائدہ اس ٹکنالوجی کا یہ ہوا ہے کہ تخلیقی صلاحیت رکھنے والوں کو وسائل کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیتی اور وہ ادبی ماحول جو کسی زمانے میں کچھ ہم خیال لوگ کسی قہوہ خانے یا اپنے گھر میں بناتے تھے اب سائبر اسپیس میں دستیاب ہے۔ شاعر کو کسی سے یہ کہنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی کہ میری نئی غزل سن کر اپنے تاثرات بتاؤ۔ بلاگ کی شکل میں اپنا بیاض چاہیں تو برسرِ عام کر دیں اور ذرا سی محنت سے اپنا مجموعہ ای۔ بک کی شکل میں لاتعداد لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ رہی بات لوگوں کے تاثرات کی تو وہ آپ کے بلاگ پر یا پھر براہ راست آپ کی ای میل آئی۔ ڈی پر آپ کو مل جائیں گے۔ اگر ٹوئٹر جیسی سائٹ پر آپ کے قاری موجود ہیں تو پھر وہاں بھی آپ ان کی رائے لے سکتے ہیں۔ یہی چیزیں رفتہ رفتہ سائبر اسپیس میں ادبی تنقید کی راہ بھی ہموار کرے گی اور وہ دن دور نہیں ہے جب بحور و

اوزان کے پرکھنے کے پیمانے بھی ڈیجیٹل ہوں گے۔ کسی ویب سائٹ یا سافٹ ویئر پر اپنے اشعار ٹائپ کریں اور اس کے تمام عروضی کوائف آپ کے سامنے ہوں گے۔ یہی نہیں وہ سافٹ ویئر اس قابل بھی ہوگا کہ آپ کی اصلاح کر سکے اور آپ کو ردیف و قافیے کے حوالے سے مشورہ دے سکے۔ ان تمام امکانات پر اہل اردو اپنی استطاعت کے مطابق کوشاں ہیں اور جلد یا بدیر یہ سوچ حقیقت کی شکل میں ہمارے سامنے ہوگی۔

ادبی تحقیق خاص کر جامعات کے حوالے سے ایک تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ یہ روایتی ہوتی ہیں اور معیاری نہیں ہوتیں۔ غور سے دیکھیں تو ادبی تحقیق خواہ جامعات میں ہو یا ذاتی طور پر کی گئی ہو، ہمیشہ وسائل کی کمی کا شکار رہی ہے۔ وسائل کی کمی دور دراز کے سفر کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور اس طرح بہت سے مخطوطات تک ہماری رسائی اس وجہ سے نہیں ہو پاتی ہے کہ وہ دوسرے ملک کی کسی لائبریری کی زینت ہیں اور ہم اس سے یکسر لاعلم۔ اس کے علاوہ ہمارے اپنے ملک کی کسی غیر معروف لائبریری میں بھی اگر کوئی مخطوطہ ہو جہاں اردو والوں کا گزر نہ ہوتا ہو تب بھی صورت حال یہی ہوتی ہے کہ ہمارے لیے وہ مخطوطہ ناپید رہتا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں کتب خانوں کے سائبر اسپیس سے جڑ جانے کے بعد اس کا احتمال کم ہوگا کہ کسی مخطوطے کی خبر مصنف کو نہ ہو۔ مثال کے طور پر ملین بک پروجیکٹ کے تحت ڈیجیٹائز ہونے والے کتب خانوں کو ہی لے لیں تو اس میں کنیڈا، امریکہ اور ہندستان کے کئی کتب خانوں کی ان کتابوں کو ڈیجیٹائز کیا گیا ہے جن پر اب کاپی رائٹ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جب ہم ان کی ویب سائٹ پر جاتے ہیں تو ہمیں بے شمار ایسی کتابیں ملتی ہیں جن تک رسائی ہمارے لیے ممکن نہ تھی۔ اردو ادب میں تحقیق کے حوالے سے سائبر اسپیس کا یہ استعمال ابھی عہد طفلی میں ہے اور جلد ہی انگریزی کی طرح ہی اردو کی ببلیوگرافی بھی انٹرنیٹ پر موجود ہوگی اور کسی بھی موضوع سے متعلق کتابوں کی مکمل فہرست چند سیکنڈوں میں آپ کے سامنے ہوگی۔ اس ضمن میں Endnote جیسا سافٹ ویئر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جو بیک وقت کئی سارے ڈیٹا بیس سے ببلیوگرافک کوائف جمع کرتا ہے۔

انٹرنیٹ تحقیق اور مواد کی فراہمی میں بہتر ذریعہ ترسیل کے طور پر بھی کام آسکتی ہے جس سے تخلیق یا تخلیق کار کے کوائف تک رسائی ہوگی اور تحقیق میں اغلاط کے امکانات بھی کم ہوں گے۔اس کے علاوہ مصنف کے حالات کو جاننے کے لیے انٹرنیٹ پر سوشل نیٹ ورکنگ کے ذریعہ مصنف کے احباب واقرباء سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے اوران سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ حاصل شدہ معلومات کی دوسرے ذرائع سے بھی تصدیق کرلی جائے تاکہ اسے تحقیقی مقالے میں شامل کیا جاسکے۔

ادب اور سائبر اسپیس کی یہ ہم آہنگی زبان وادب کے فروغ کے نئے دروازے وا کر رہی ہے اور اردو ادب کی پرورش چونکہ محفلوں اور مجلسوں میں ہوئی ہے لہٰذا اردو ادب کے لیے یہ ٹکنالوجی حد درجہ مفید ثابت ہوسکتی ہے تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ادبی شعور رکھنے والے سنجیدہ اور با صلاحیت لوگ سائبر اسپیس سے جڑیں تاکہ مختلف فورم پر ہونے والی ادبی بحثیں مثبت اور نتیجہ خیز ہوں۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اردو کا کوئی ادارہ ببلیوگرافک ڈیٹابیس کی تیاری کا ذمہ لے اور اسے لوگوں کی مدد سے پورا کرے۔ہندستانی زبانوں میں اردو اور ہندی بھی جدید تکنالوجی سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کررہی ہیں۔اس سمت میں ان کی پیش رفت قابل ستائش تو ہے لیکن تشفی بخش نہیں۔بالخصوص اردو میں ابھی اس کا رواج بہت کم ہے حالانکہ تمام تر سہولیات موجود ہیں۔عدم واقفیت کے سبب ہم اپنی زبان میں انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کا استعمال نہیں کرپارہے ہیں اس سمت میں بیداری لانے کی اہم ضرورت ہے۔

☆☆☆

اکیسویں صدی میں

الیکٹرانک میڈیا کے تقاضے اور اردو

اکیسویں صدی یعنی نئے امکانات کی صدی، گونا گوں ترقیات کی صدی۔ اس صدی میں سائنس اور ٹکنالوجی کے حیرت انگیز انکشافات اور ایجادات نے عالمی سطح پر دنیا کی تمام زبانوں اور ادبیات کے وجود پر ایک سوالیہ نشان قائم کر دیا ہے۔ آج کا انسان اب چاند پر کمندیں ڈالنے کی نہیں، چاند پر آشیانے بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

خلا کے ماتھے پہ ایک بندی نجانے کب سے چمک رہی تھی
اسے بھی اپنی زمیں کی خاطر ہوا میں اُڑ کر اتار لائے
(حسن نعیم)

اکیسویں صدی کا انسان انھی خلاؤں کی تسخیر میں کوشاں ہے۔ وہ امکانات کی تلاش میں سرگرداں ضرور ہے مگر اس کے لیے اسے قدیم دستاویزات اور بڑی بڑی لائبریریوں کی خاک چھاننے کی ضرورت نہیں، وہ بڑی سی بڑی لائبریریوں کو چھوٹے سے Memory Disk میں سموئے اپنی جیبوں میں لیے گھوم رہا ہے۔ یہ کرشماتی عجوبے برقی وسائل کی دریافتوں کا ثمرہ ہے۔ ان ترقیات سے جس شعبے کو سب سے زیادہ فروغ ملا وہ الیکٹرونک میڈیا ہے۔ ذرا غور کریں کہ الیکٹرونک میڈیا ہے کیا؟ یہ دراصل ایک انقلاب ہے انفارمیشن کا، یہ انقلاب ہے عالمی سطح پر زمین اور خلا کے درمیان رابطے کا۔ بھلا کبھی یہ وہم و گمان میں تھا کہ زمین سے 3,84,000 کیلومیٹر دور خلائی اسٹیشن سے براہ راست گفتگو سنی اور دیکھی جا سکتی۔ جب ہندستان کے پہلے اسٹرونوٹ راکیش شرما نے اسپیس شٹل سے اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے بات کی تو یہ کسی عجوبے سے کم نہ تھا۔ جب اندرا گاندھی نے پوچھا کہ چاند سے ہندستان کیسا نظر آرہا ہے تو اس نے جواب دیا:

سارے جہاں سے اچھا ہندستان ہمارا

خوشی کی بات یہ ہے کہ خلا میں پہلا مکالمہ اردو میں ہوا یہ بھی عجب بات ہے کہ خلا سے گفتگو کرنے والے نے اپنے تاثرات کے اظہار کے لیے اردو شعر کا سہارا لیا۔ تھوڑی دیر کے لیے خوشی ضرور ہوئی کہ چاند پر بھی اردو زبان کی شیرینی کا جادو چل گیا۔ لیکن اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اردو زبان جس کی شیرینی زمین سے خلا تک پہنچ چکی ہے، اُسے وقت کے تقاضے اور ٹکنالوجی سے اس طرح ہم آہنگ کردیں کہ یہ آوازیں ہر جگہ سنائی دیں۔ لیکن اس کے لیے کڑے کوس طے کرنے کی ضرورت ہوگی۔ آج سے دو صدی قبل جب سوداؔ نے کہا تھا کہ:

ایسا اُڑا کہ وہم گماں سے گذر گیا
سایہ ہوا سے پوچھ رہا تھا کدھر گیا

جی ہاں سوداؔ کا یہ تخیل نئے امکانات کا اشاریہ ضرور تھا مگر اس وقت اسے ذہنی ترنگ سے زیادہ اہمیت نہیں دی گئی کیونکہ یہ اُس وقت کی تیز رفتار سواری گھوڑے کے لیے کہا گیا تھا۔ لیکن اب دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔ اب تو Discovery Shuttle پر موجود سُنیتا ولیم کو لوگوں نے نہ صرف بات کرتے دیکھا بلکہ اس سے سوالات بھی پوچھے اور انھیں ان کے جوابات بھی ملے۔ یہ ابھی ایک ماہ قبل کی بات ہے کہ ہندستان کے بیشتر میڈیا چینلس نے اسے Live Telecast کیا۔ یہ ترقی محض سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نہیں بلکہ شانہ بہ شانہ الیکٹرونک میڈیا کی بھی ترقی ہے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی عراق اور افغانستان پر امریکی حملے کے وقت جس طرح الیکٹرونک میڈیا نے پل پل کی خبریں ہی نہیں مناظر بھی دکھائے وہ دراصل میڈیا کے لیے ایک Turning Point تھا۔ ٹینکر میں بیٹھے فوجیوں کے ساتھ صحافیوں کے سفر کرنے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو میڈیا کے بڑھتے رسوخ کی بات اور دوسری میڈیا پر اہل طاقت وثروت کی گرفت۔ خیر یہ ایک الگ بحث کا موضوع ہے۔ لیکن اس جنگ کے حوالے سے میڈیا میں نیا انقلاب تو ضرور آیا۔ اسی انتشار کے وقت ویڈیو فون کا رواج بھی تیزی سے ہوا اور جدید ترین کیمروں کی مدد سے آسمان پر روشنی کی رفتار سے پروازیں بھرتے طیاروں کی نقل وحرکت کو پردہ سیمیں پر دکھایا جا سکا۔ یہ

سب ٹیلی ویژن کی دنیا میں ایک اہم اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں اوراب بٹن کے برابر کیمروں کی مدد سے جو Sting Operation ہورہے ہیں، یہ کیا ہیں؟ یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ میڈیا کی حکمرانی قائم ہوچکی ہے اور تمام جمہوری ممالک میں یہ عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے بعد چوتھا اہم ستون بن گیا ہے۔بعض اوقات یہ طے کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ ان میں سے اہم کون ہے؟ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میڈیا نے ان سبھوں پر اپنی برتری ثابت کی ہے۔

لیکن الیکٹرونک میڈیا صرف کیمروں کی حیرت انگیزیوں کی داستان ہی نہیں۔ اور یہ محض ٹیلی ویژن تک ہی محدود نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی ایک دنیا اور ہے۔ یہ دنیا برقی وسائل کی وہ دنیا ہے جہاں انفارمیشن اور علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔سچائی یہ ہے کہ آج انٹرنیٹ، تعلیم و تدریس اور معلومات حاصل کرنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ریسرچ کرنے والوں کے لیے یہ ایک اہم آلہ (Tool) ہے۔لیکن اردو کے طالب علموں کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہم نے ابھی تک اس دنیا کے امکانات کی تلاش ہی نہیں کی ہے۔ جب کہ ایک نئی سچائی یہ ہے کہ کسی بھی زبان کی ترویج وترقی اب اس پر بھی منحصر ہوگئی ہے۔

الیکٹرانک میڈیا کے اہم وسائل ریڈیو، ٹی۔وی نشریات اور فلم کا اگر آپ جائزہ لیں اور لفظیات اور لب ولہجہ کے اعتبار سے ان کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اردو زبان ان دونوں ذرائع ابلاغ وترسیل پر حاوی ہے۔تفریحی پروگرام ہوں یا سیریل، فلم، ٹیلی فلم یا اشتہار، ہر جگہ اردو کے الفاظ کثرت سے اور بلاتکلف استعمال ہوتے ہیں۔لسانی عصبیت کے اس ماحول میں میرا خیال ہے کہ اردو ہی سب سے زیادہ ہدف بنی ہے مگر ضرورت تو انسان کو مجبور کردیتی ہے۔میڈیا میں ترسیل کے لیے اردو آج ضرورت کی زبان ہے اوراسی ضرورت نے اردو کو میڈیا کی زبان کی حیثیت سے شعوری اور غیر شعوری طور پر فروغ دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تیز رفتار دنیا میں ایجادات و انکشافات کے حیرت انگیز تجربات، رنگا رنگ اور کارآمد وسائلِ حیات وزیست نے انسان کو عدیم الفرصتی کا شکار بنا رکھا ہے۔وہ بات جو دس صفحوں میں کہی جاسکتی ہے اس کے لیے کسی لفظ، فقرے یا وسیلے کی تلاش آج کے انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اوراسی ضرورت نے مائکروڈاٹ کی

ایجاد سے انسان کو سرفراز کیا ہے۔ اردو میں یہ خصوصیات بخوبی موجود ہیں جو نہ صرف اظہار کی سطح پر بلکہ دلکشی اور جاذبیت کے لحاظ سے بھی اہم ہے۔ اس کے علاوہ اردو کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندستان کے علاوہ خلیجی ممالک اور دیگر ایشیائی اور یوروپی ممالک میں اس زبان کے بولنے اور سمجھنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ بین الاقوامی ضرورت کی زبان تو لازماً ہو گی ہی۔ اسی لیے اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن ہر جگہ اردو کی سحر آفرینی موجود ہے۔ اردو زبان کی قوت اِس کی ہمہ گیری، گہرائی اور گیرائی، اشاریت و بلاغت کا حسن، اختصار و ایجاز کا جوہر، لب و لہجہ کی شیرینی و لطافت میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں آپ ٹیلی ویژن کو ذہن میں رکھیں اور اس پر دکھائے جانے والے پروگراموں کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ اردو کا استعمال کس قدر عام ہے۔ کسی بھی سیریل یا تفریحی پروگرام میں استعمال ہونے والی زبان کے الفاظ پر غور کریں تو آپ بیشتر الفاظ اردو کے پائیں گے۔ یہاں تک کہ اِن سیریلس اور تفریحی پروگراموں کے نام بھی بیشتر اردو میں ملیں گے۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دکھائے جانے والے اشتہارات کا بھی یہی حال ہے۔ چونکہ یہ خالصتاً تجارتی اور مہنگے ہوتے ہیں لہٰذا اشتہار کی زبان میں اختصار و ایجاز کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی لیے اردو کے اختصار و ایجاز کا حسن اشتہار کی زبان کے لیے باعث کشش ہے۔

ریڈیو کے حوالے سے ایک بات یہ کہی جانے لگی تھی کہ ٹیلی ویژن کی چکا چوند کے آگے یہ ماند پڑنے لگی ہے۔ لیکن اب ریڈیو نے بھی خود کو وقت سے ہم آہنگ کر کے اپنا مقام پھر سے حاصل کر لیا ہے۔ ٹرانسمیٹر اور ٹرانزیسٹر کا انقلاب پھر سے آ رہا ہے۔ جس نئی تکنیک کے ذریعے انتہائی سستے داموں میں یہ دستیاب ہونے والے ہیں وہ ابلاغ عامہ کا سب سے بڑا ذریعہ بن جائے گا۔ اس کے علاوہ سٹیلائٹ ریڈیو کی نیٹ ورکینگ نے بھی حیرت انگیز بلندیوں کو چھوا ہے اور اب کمیونٹی ریڈیو لوگوں کو علاقائی سطح پر جوڑ رہی ہے۔ اس ترقی کے حوالے سے یہ بات قابل غور ہے کہ دیگر ذرائع کے مقابلے ریڈیو ہی ایسا میڈیم ہے جس میں تمام تر دار و مدار زبان پر ہے۔ یعنی اب ریڈیو کے ارتقا کے ساتھ زبان کے ارتقا کے امکانات پھر سے روشن ہو رہے ہیں۔
مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان کی میڈیا میں کافی اہمیت ہے اور اسی اہمیت کے سبب

اسے اپنایا جارہا ہے۔لیکن یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اردو کے اس فروغ میں خود اردو والوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ FM ریڈیو اور Zee Salam,Aalmi Sahara,ETV Urdu کے مالکان اردو والے نہیں ہیں مگر خدمت اردو کی ہورہی ہے۔ جی ہاں!

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ اپنے طالب علموں کو کس طرح زبان اور ادب کی تعلیم دیں کہ طلبہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اسے کار آمد بنا سکیں۔

وسائل ترسیل و ابلاغ میں فلم بھی ایک بڑا وسیلہ ہے اس پر زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔فلموں کی کہانیوں، نغمے اور مکالمے میں ہر جگہ اردو حاوی ہے۔ریڈیو پر نشر ہونے والے فیچرس، مباحثہ، فرمائشی پروگرام اور FM کے سارے پروگرام کی لفظیات اردو کی سحر آفرینی سے مقبولِ عام ہورہے ہیں۔یہی حال ریڈیائی ڈراموں کا ہے یہاں بھی اس زبان کے الفاظ کی کثرت ملے گی۔ڈرامہ جو ایک موثر میڈیم ہے اسے ریڈیو سے الگ کر کے بھی دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اردو میں ڈرامے کی طویل اور مستحکم روایت موجود ہے۔اسٹیج ڈراموں سے لے کر نکڑ ناٹک تک ہر جگہ اردو کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذرائع ابلاغ کی حیثیت سے اردو زبان کے امکانات روشن ہی نہیں روشن تر ہیں۔لیکن یہ وہ زبان ہے جو معرب اور مفرس نہیں بلکہ عام فہم اور سلیس و سہل ہے۔آج کے کثیر لسانی معاشرے میں ایسی ہی زبان چلے گی جس کی رسائی عوام تک ہے۔اب اکیسویں صدی میں میڈیا کے ان تقاضوں اور وقت کے مطالبات کو سامنے رکھ کر اگر اردو کے فروغ کی جانب مناسب توجہ دی گئی تو خود اردو زبان میں پوشیدہ وسعت امکان اور تنوع اس کی عالمگیر مقبولیت کا ضامن ہوں گے۔

☆☆☆

حصہ دوم

انٹرنیٹ اور نیا اسلوب

ای میل اور بلاگ نگاری

اردو میں مکتوب نگاری بڑی حد تک فارسی اور عربی مکتوب نگاری کے زیر اثر شروع ہوئی، تاہم دور حاضر کے برقی مکتوب (E-mail) کا سہرا اہل مغرب کی تکنیک پسند اختراعی ذہنیت کی دین ہے، ای میل مراسلہ نگاری کی جدید ترین شکل ہے، مرسل اور مرسل الیہ کے مابین مراسلت اب برقی خط وکتابت میں تبدیل ہوگئی ہے، ماضی کی طرح یہاں بھی مرسل (Sender) اور مرسل الیہ (Recipient) اور نفسِ مضمون جس کی ترسیل مطلوب ہوتی ہے، خط، چٹھی اور مکتوب کی جگہ E-mail کی اصطلاح رائج ہے، البتہ یہاں نامہ براور قاصد سے کلیتاً نجات حاصل کرلی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ اخفائے راز کا خدشہ اور قاصد سے رقیبانہ تردد نے بھی دم توڑ دیا ہے، 'ڈاکیہ آیا، ڈاک لایا' جیسے خوشگوار احساس نے بس راستہ بدلا ہے۔ اب نہ نظام ڈاک کی صعوبتیں ہیں اور نہ ڈاک کھونے کا خوف، اگر مرسل نے میل کردیا ہے تو اس کی ترسیل کو بھی Send میں جا کر معلوم کیا جاسکتا ہے اور مشینی ڈاکیہ آپ کو فوراً مطلع بھی کردے گا کہ آپ کا میل بخوبی ہدف تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہفتوں، مہینوں کا انتظار چہ معنی دارد؟ اب وصل ہی وصل ہے، منٹوں، سکینڈوں میں شئی مطلوب کا میسر آنا کیا ہے؟ محسوس ہوتا ہے کہ ہم 'کھل جا سمسم' کے عہد میں سانس لے رہے ہیں اور ہتھیلیوں میں سما جانے والا Mouse آپ کی انگشت کے اشارہ کا غلام ہے، آپ نے حکم دیا اور مراد برآئی۔

البتہ شاعر کا یہ اشارہ کہ ع

خط کا مضموں بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر

کی صورت بدل گئی ہے۔ لفافہ بند مراسلے ماضی کی روایات کا حصہ ہوتے جارہے ہیں اور ہجر سے بھی بڑی حد تک نجات مل گئی ہے، برقی عہد میں لفافہ دیکھ کر مضمون بھانپ لینے کا تصور بھی محو ہوتا جارہا ہے۔ اب نہ لفافے کی ضرورت ہے اور نہ اس مشاقی کی جو بادی النظر

میں مضمون آفرینی کا پارکھ ہو بلکہ برقی مکتوب میں آپ مضمون کا پتہ محض Subject Line دیکھ کر لگا سکتے ہیں۔

ای میل کا نظام دراصل دورِ حاضر کی برق رفتار زندگی کا استعارہ ہے۔ یہ نظام ''عزیزی القدر، پیارے بابو فلاں — کو معلوم ہو' والی فراغت کو محض جناب، جناب والا (Hello,Hi) کا مختصر اور برمحل پیمانہ دینا چاہتا ہے، ویسے زندگی سے بھرپور خطوط لکھ کر غالبؔ نے اپنے عہد میں آداب و القاب اور عبارت آرائی کے کفر پر ضربیں لگائی اور ''المکتوب نصف الملاقات'' کے محدود پیمانہ کی تنقیص کرتے ہوئے خط کو 'مکالمہ' بنانے کی عملی کوشش کی۔ غالبؔ کے متاخرین میں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، سرسید نے محسن الملک کے نام ایک مکتوب میں لکھا کہ

''...... جس قدر خوشی آپ کے عنایت نامے پہنچنے سے ہوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یہ مقولہ کہ '' الخط نصف الملاقات'' غلط بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہے......''۔

سرسید نے صنف مکتوب میں اسلوب، خلوص اور صدق و وفا کی بنا پر مکتوب کو پوری ملاقات کا حاصل بتایا تاہم آج کے ہائی ٹیک عہد میں برقی مکتوب کے پہلو بہ پہلو دوسری معاون تکنیک (ویب کیمرہ اور ٹیلی فون) نے بدیہی ملاقات کو حقیقت سے قریب تر کر دیا ہے۔ تکنیک کی اس کلیت (Totality) نے ہجر کی کلی تردید کر کے محض وصال کے تصور کو پائدار کیا ہے اور یہ سبھی کچھ آج کے تکنیکی ترقی کا فیضان ہے۔

نظام ای میل میں Attachment کی سہولت نے اس کی افادیت میں ناگزیر اضافہ کیا ہے۔ برقی خط کے ساتھ کوئی الیکٹرانک فائل، فولڈر، تصویر، ویڈیو، مضمون حتیٰ کہ پوری کتاب بھیجی جا سکتی ہے۔

قدیم ڈاک کی محدودیت کے علی الرغم برقی ڈاک میں ایک خط بیک وقت ایک سے زائد افراد کو بھیجا جا سکتا ہے۔ میل پاتے ہی مرسل الیہ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خط/میل

اس کے علاوہ اور کن لوگوں کو بھیجا گیا ہے۔ اگر مرسل میل بھیجتے وقت یہ چاہتا ہے کہ میل کئی افراد تک ایک ساتھ پہنچے لیکن مرسل الیہ کو معلوم نہ ہو کہ یہ میل اس کے علاوہ اور کن لوگوں کو بھیجا گیا ہے تو اس کی سہولت بھی موجود ہے۔ مرسل الیہ کے علاوہ بقیہ ای میل، پتہ Bcc (Blind Carbon Copy) میں ٹائپ کریں اس طرح بقیہ مرسل الیھم کا نام اور پتہ مخفی ہوگا۔

برقی مکتوب میں تزئین و آرائش اور عبارت کو مختلف رنگوں میں سجا کر پیش کرنے کی پوری گنجائش موجود ہوتی ہے۔ سارے رنگ (Multi Colour) دستیاب ہیں۔ مطلوبہ حرف، لفظ، جملہ، پیراگراف یا گوشہ کو اپنے پسند کے رنگ میں رکھا جا سکتا ہے۔ کسی اہم نکتہ، حرف، لفظ یا عبارت کو اس کی اہمیت کے پیش نظر جلی حروف (Bold Face)، خط منحنی (Italics) یا انھیں خط کشید (Underlined) کیا جا سکتا ہے۔ ان کا حجم (Size) گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے وغیرہ یعنی وہ جملہ سہولیات (Facilities) مہیا ہیں جو مشینی کتابت کے اس دور میں شعبۂ طباعت کو حاصل ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا کے اس انقلابی عہد میں برقی خط ان سبھی خصائص اور امتیازات کا حامل ہے جنھیں مکتوب کے فنی اور صنفی سیاق میں دیکھا اور محسوس کیا جاتا رہا ہے، البتہ ادبی نقطۂ نظر سے ان مراسلوں کی قدر و قیمت وہی ہے جو قدماء کے خطوط کی ہے؟ یہ غور طلب پہلو ہے، چونکہ فی زمانہ اس کا وسیع تر استعمال کاروباری نقطۂ نظر سے ہو رہا ہے، اب اہل ادب اگر اس متمول ذریعہ ترسیل کا رخ کرتے ہیں تو اس کی ادبی تاریخی، سماجی اور سوانحی حیثیت بھی دوچند ہوگی اور پھر ان مکتوباتی سرمایہ کی تحفیظ پر بھی غور و فکر کا سلسلہ شروع ہوگا۔

بلاگ نگاری برقی مکتوب نویسی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ الیکٹرانک میل کے حدود متعین ہیں، یہ محض دو افراد کے مابین خط و کتابت کا میڈیم ہے۔ مخصوص پاس ورڈ کی بنا پر یہ غیر شراکت دارانہ تحریر ہے۔ جس کا حق مرسل اور مرسل الیہ کے پاس محفوظ ہوتا ہے، اسی لیے اس کا کینوس بھی محدود ہے، بلاگ نگاری غالباً ای میل سسٹم کے بطن سے نکلی ہے اور وسیع دائرہ کار اور معنویت کی حامل ہے۔ خدوخال، فنی اور صنفی خوبیاں بھی تقریباً مکتوب سی

ہیں البتہ غیر مقفل (Unprotected) ہونے کی وجہ سے اس کی صورت چوپال کی سی ہوگئی ہے جہاں دنیا بھر میں بیٹھے لوگ متعین موضوع پر اظہار خیال کرتے ہیں، دوسرے کی باتوں کی تائید کرتے ہیں۔ اختلاف رائے کی صورت میں اس کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی حمایت میں دلائل دیتے ہیں۔ دور جدید کے اس مذاکراتی فورم کو وکی پیڈیا Blogging سے تعبیر کرتا ہے۔اس کے الفاظ میں

> ’’بلاگ ایک مباحثاتی یا معلوماتی سائٹ ہے جو World Wide Web پر شائع ہوتا ہے، اس کے مشمولات وہ مرسلاتی آراء ہیں جو دنیا بھر کے قارئین کسی مخصوص بحث یا موضوع پر نفس موضوع سے اتفاق یا عدم اتفاق کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔‘‘

یہ مراسلاتی آراء کمپیوٹر اسکرین پر تاریخی ترتیب سے ظاہر ہوتی ہیں، یعنی جو مرسلہ (Post) سب سے تازہ ہوگا وہ ترتیب میں سب سے پہلا ہوگا۔ 2009ء تک بلاگ صرف فرد واحد کے کام تک محدود تھا۔ بسا اوقات اس میں ایک سے زائد لوگ بھی شریک ہو جاتے تھے اور بیشتر ان کے موضوعات متعین ہوتے تھے، حالیہ دنوں میں اس تصور نے MABs (Multi-author Blogs) کی جانب پیش رفت کی، جس میں مصنفین کی بڑی اکثریت نے حصہ لینا شروع کیا اور کسی نکتہ پر مذاکرہ کیا بعد میں اس بحث سے حاصل شدہ نتائج، خیالات اور بیش قیمتی آراء سے غیر ضروری مواد کی قطع و برد (Editing) ہوئی اور اسے کتابی، ای کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔ اخبارات و رسائل، جامعات، فلاحی اور رفاہی ادارے اور دوسرے شعبہ زندگی سے لوگوں نے اس میں اس قدر شرکت کی کہ اب برقی شاہراہ پر blog traffic کا مسئلہ پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ Twitter اور دوسرے Micro blogging نظام نے MABs اور یک مصنفی بلاگ (Single-author Blogs) کو سماجی میڈیا یا فورم بنانے میں بڑی مدد بہم پہنچائی ہے۔

90 کے دہائی میں بلاگ کی ترقی اور اس کی مقبولیت نے web publishing

tools کے تصور کو بڑھاوا دیا جس کی بدولت وہ لوگ بھی مذاکرہ نگاری اور مباحثہ نگاری کا حصہ بنے جو کمپیوٹر تکنیک سے ناواقف (Non-technical) تھے، جبکہ اس سے قبل مرسلہ (Post) کو مذاکراتی فورم میں شامل کرنے کے لیے HTML اور FTP جیسی کمپیوٹر تکنیک کی جانکاری ضروری خیال کی جاتی تھی۔

نیٹ پر دستیاب تمام بلاگ کا Interactive ہونا لازمی نہیں تاہم بیشتر اچھے بلاگز اشتراک پسند (Pro-interactive) ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ زائرین ان کے بلاگ تک پہنچیں اور ان کے مباحثہ میں شریک ہوں اور اس بحث و موضوع سے متعلق Comments کے ذیل میں اپنے قیمتی خیالات کا اظہار بھی کریں یا کم از کم بلاگ پر دستیاب GUI Widgets کے توسط سے باہم اپنے خیالات پر مشتمل مختصر پیغام (Message) ہی بھیج دیں۔ بلاگ کا یہی امتیازی پہلو اسے دوسرے Static Websites سے انفرادیت کا حامل بناتا ہے، اس سیاق میں بلاگ نگاری (Blogging) سماجی ارتباط (Social Networking) کی ایک اہم صنف بن کر ابھرتی ہے۔

بلاگ متنوع مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے، بہت سے بلاگز کسی خاص مضمون پر تبصرے مہیا کراتا ہے۔ بعض بلاگ آن لائن ذاتی روزنامچہ کا کام کرتا ہے، بعض بلاگ کسی مخصوص فرد یا کمپنی کی آن لائن تشہیر کی ذمہ داری نبھا رہا ہے، ایک عمدہ بلاگ عبارت/متن، تصاویر، گراف، ایک بلاگ سے دوسرے بلاگ میں لنکس، ویب پیج اور اپنے موضوع سے ہم آہنگ دوسرے صحافتی مواد کا حامل ہوتا ہے۔ بہت سارے بلاگز کی مقبولیت دراصل قارئین کی ان قیمتی خیالات کی مرہون منت ہیں جو انھوں نے بلاگ کے کسی مخصوص موضوع پر دی ہوتی ہیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب بلاگ قارئین کے تبصروں کے لیے شرکت دارانہ فارمیٹ کی سہولت سے مزین ہو، بیشتر بلاگ عبارت پر مبنی (Textual) ہوتے ہیں جبکہ بعض آرٹ بلاگ تصاویر، ویڈیو تو بعض موسیقی (MP3 blogs) اور آڈیو (Podcats) پر مبنی ہوتے ہیں۔ مائکرو بلاگنگ قدرے دوسری نوعیت کے بلاگز ہیں جن میں مختصر ترین

Posts کی ہی گنجائش ہوتی ہے۔ بلاگ کے اسی افادی پہلو کے پیش نظر درس وتدریس کی دنیا میں اسے راہنما منابع (Resources Instructional) کی حیثیت حاصل ہے۔ اورانھیں 'edublogs' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بلاگ پلس ڈاٹ کام کے 16 فروری 2011 کے سروے رپورٹ کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں دستیاب پبلک بلاگ کی تعداد 156 ملین ہے جبکہ 13 اکتوبر 2012 کی رپورٹ نے تقریباً 77 ملین Tumbler اور عالمی پیمانے پر دستیاب 56.6 ملین World Press بلاگز کی نشاندہی کی ہے۔

☆☆☆

انٹرنیٹ کا نیا اسلوب

زبان وادب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جس قدر تبدیلیوں سے گزرتا ہے اسی قدر اس کی زندگی میں توانائی آتی ہے۔ جو زبانیں جامد وساکت ہوگئیں وہ دم توڑتی گئیں اور تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئیں۔ زبان میں تبدیلیوں کا مطلب ہے کہ اس میں الفاظ، ضرب الامثال اور محاورات کی شکل میں ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کئی الفاظ معنی کے سطح پر بھی تبدیلیوں سے گزرتے ہیں۔ یہ لسانی عمل ہر زندہ زبان میں چلتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ زبان وادب کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہے۔ عصری تقاضوں کو اگر کوئی زبان یا ادب نظر انداز کرتا ہے تو اس زبان کا رواج محدود ہوتا جاتا ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں زندہ زبان اور ادب نے نئی تبدیلیوں کو ہر سطح پر قبول کیا ہے۔

عہد حاضر کا معاملہ یہ ہے کہ یہ تغیرات کا دور ہے ہر لمحہ زندگی میں نت نئی تبدیلیاں آرہی ہیں جو سب کے سب نئی ٹکنالوجی کے سبب ہے۔ آج کا دور اس معنی میں بھی الگ ہے کہ ہمارے معاشرے پر صرف اپنے خطے اور قرب وجوار کا اثر نہیں مرتب ہوتا بلکہ عالمی سطح پر جو کچھ ہورہا ہے اس کے کچھ نہ کچھ اثرات ہر معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں کیونکہ آج کی دنیا ایک گلوبل گاؤں ہے۔ ایسے میں ادب بھلا کیوں کر ان تبدیلیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ آج دنیا کی زبانوں کے سامنے بقا کا بھی مسئلہ ہے جس کے بارے میں کئی رپورٹس آچکی ہیں۔ ٹکنالوجی ٹائمس نے اس حوالے سے لکھا ہے کہ:

> ''اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق آج دنیا بھر میں بولی جانے والی 7 ہزار زبانوں میں سے نصف کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ اس رپورٹ میں دنیا کے 5 ایسے علاقوں کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں اقلیتی زبانیں شدید خطرات سے دوچار ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اقلیتی زبانوں کے ختم ہوجانے سے نہ صرف

ایک زبان ختم ہوتی ہے، بلکہ اس زبان سے منسلک صدیوں پر محیط تہذیب و ثقافت، انسانی علوم اور تاریخ بھی صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ کسی بھی قوم کی اقدار شناسی اور اطوار کے جائزے کیلئے زبان بہترین مددگار ہے۔‘‘

http://www.technologytimes.pk/2012/08/13/%D8%AE%D8%A7%D8%AA%D 9%85%DB%92-%DA%A9%D8%A-7 %D8%B4%DA%A9%D8%A7%D8%B1-%D8%B2%D8%A8%D8%A7%D9%86%DB%8C%DA%BA/

وائس آف امریکہ نے اس حوالے سے لکھا ہے:

’’ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا میں اس وقت چھ ہزار سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں سے لگ بھگ تین ہزار اس صدی کے اختتام تک صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گی۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق صرف براعظم ہائے شمالی و جنوبی امریکہ کی 800 میں سے 500 قدیم بولیاں اور زبانیں یا تو فنا ہو چکی ہیں یا معدومیت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ان زبانوں میں سے اکثر کے بولنے اور لکھنے والے محض چند ہی لوگ دنیا میں باقی بچے ہیں۔ اگر ان زبانوں کو محفوظ رکھنے اور نوجوان نسل تک منتقل کرنے کی محکمہ جاتی اور منظم کوششیں نہ کی گئیں تو یہ جلد ہی ماضی کا قصہ بن جائیں گی۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق معدوم ہو جانے والی یا معدومیت کے دہانے پر کھڑی زبانوں کی بھی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم کی مثال لاطینی زبان ہے جسے اس لیے مردہ قرار دیا جاتا ہے کیوں کہ اس کا ارتقائی عمل رک چکا ہے اور تعلیمی اداروں اور گرجا گھروں سے باہر اس زبان کا کوئی وجود نہیں۔

معدوم زبانوں کی دوسری قسم میں وہ زبانیں آتی ہیں جو صفحہ ہستی سے مکمل طور پر مٹ چکی ہیں اور جن کا بولنے والا اب دنیا میں ایک بھی شخص موجود

نہیں رہا۔ براعظم امریکہ کی سینکڑوں قدیم زبانیں اسی حال سے دو چار ہو چکی ہیں کہ اب ان کے بولنے اور لکھنے والا کوئی شخص دستیاب نہیں۔ جو قبائل یہ زبانیں بولتے تھے، وہ یا تو خود امتدادِ زمانہ کی نذر ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھے یا انہوں نے خطے کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کے پیشِ نظر غالب زبانوں انگریزی اور فرانسیسی کو اختیار کر لیا۔ رفتہ رفتہ ان قبائل کے بزرگوں نے بھی نئی نسل کے ساتھ اپنی قدیم زبان میں گفتگو ترک کر دی اور یوں ان کے ساتھ ساتھ یہ زبانیں بھی اپنا وجود کھو بیٹھیں۔ لیکن ایسی کئی معدوم زبانوں کے احیاء کی سنجیدہ کوششیں مسلسل جاری ہیں اور ان کوششوں کے پیچھے تحقیقی مزاج کی تسکین ہی نہیں بلکہ عظمتِ رفتہ کی بحالی کا جذبہ بھی کارفرما رہا ہے۔ ان کوششوں کی کامیابی کی ایک جیتی جاگتی مثال عبرانی زبان کی صورت میں موجود ہے جو ایک زمانے میں صرف یہودیوں کی مذہبی رسومات اور قدیمی مخطوطوں کے مطالعے کیلیے ہی مخصوص ہو کر رہ گئی تھی۔ لیکن اب عبرانی اسرائیل کی قومی زبان کی حیثیت سے زندگی کے ہر شعبے میں کارفرما ہے اور روزانہ لاکھوں لوگ اس زبان کے سہارے اپنے روزمرہ کے معمولات نبٹاتے ہیں۔ لیکن کسی قدیم اور معدوم زبان کا احیاء اتنا آسان نہیں، خاص طور پر اس صورت میں جب اس زبان میں کوئی مخطوطہ، قصے کہانیوں کی کوئی کتاب یا کوئی اور تحریری مسودہ موجود نہ ہو اور اس زبان کے قواعد (گرائمر) کا سراغ لگانا ناممکن ہو۔ یہ ایک خاصا دقت طلب کام ہے جو اپنے کرنے والوں سے بعض اوقات ان کی پوری زندگی طلب کر لیتا ہے۔"

http://www.urduvoa.com/content/half-of-world-languages-face-extinction-20august2012/1491783.html

زبان پر منڈلاتے خطرات کے پیش نظر ہندستان کی حکومت نے بھی ایسی زبانوں کی اِن ڈینجر لینگوئج (In danger language) کے نام سے ایک فہرست بنائی اور ان

کے تحفظ کے لیے مناسب اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ واقعی یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ آج جس طرح دنیا سمٹ کے ایک گاؤں بنتی جا رہی ہے وہیں انگریزی ایک عالمی زبان بننے کے سمت میں قدم بڑھا رہی ہے تا ہم دنیا کے کئی ممالک ایسے ہیں جو اپنی زبان کے استعمال کے معاملے میں بڑے محتاط ہیں اور وہ ہر جگہ اپنی زبان ہی استعمال کرتے ہیں جیسے فرانس، چین اور جاپان وغیرہ جیسے ممالک نے نئے تقاضوں کے پیش نظر اپنی زبانوں کو ٹکنالوجی سے ہم آہنگ کرلیا ہے۔ اس نظریے کا مقصد یہ ہے کہ وہ زبان کے ساتھ اپنی تہذیب کی برتری اور حفاظت کے لیے پُرعزم ہیں۔ لیکن وہ ممالک جو ترقیات کے حوالے سے پیچھے ہیں وہ مجبوراً ان زبانوں کا استعمال کرتے ہیں اور اپنی زبان کو روزمرہ اور گھریلو ضرورت کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے آہستہ آہستہ ان زبانوں کا استعمال کم ہوتا جاتا ہے اور وہ عالمی نقشے پر بہت پیچھے نظر آتے ہیں۔

اردو زبان جو برصغیر کے ایک بڑے علاقے میں رابطے کی زبان ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنی بستیاں بنالی ہے اس کے وجود پر بظاہر کوئی خطرہ نظر نہیں آرہا ہے مگر اس کے عروج اور فروغ پر ضرور سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بولی جانے والی دس بڑی زبانوں میں اس کا شمار ہے مگر آگے بھی یہ اسی تابندگی کے ساتھ جاری و ساری رہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اس زبان کو نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے اور نئی تبدیلیوں کو گوارا کیا جائے۔

اردو نے نئی ٹکنالوجی کے ساتھ جس سفر کا آغاز کیا ہے اس نے اردو اسلوب کو ایک نئی جہت عطا کی ہے۔ اردو میں ادب کی تخلیق سے اب تک پیرایۂ اظہار کے رنگا رنگ انداز واسالیب ملتے ہیں۔ کبھی مفرس اور معرب زبان اور مقفٰی و مسجع عبارت آرائی اور پُر تکلف انداز بیان اردو کا اہم اسلوب رہا تو کبھی سہل و سلیس اور بے تکلف انداز نے اپنی جگہ بنائی۔ پہلی جنگ آزادی نے اردو کے پیرایۂ اظہار کو اس لیے بہت زیادہ متاثر کیا کیونکہ اب زندگی کی اصل ترجمانی کو ادیبوں اور شاعروں نے اپنا منشور بنایا اسی لیے اس عہد سے اب تک کے اسلوب اور پیرایۂ اظہار کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ براہ راست انداز بیان کو ترجیح دی گئی۔ اسی عہد میں

غالب کے خطوط کو بہت مقبولیت ملی کیونکہ غالب نے براہ راست اور بے تکلف اظہار کو اپنے خطوط میں جگہ دی اور مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔ اب انٹرنیٹ بالخصوص بلاگ کی تحریروں نے اس سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اسے واقعی گفتگو کا انداز عطا کر دی ہے۔

بلاگ کی تحریروں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ خط کی طرح محض دو لوگوں کے درمیان گفتگو نہیں ہے بلکہ یہ ایک مذاکرے کی شکل رکھتا ہے جس گفتگو میں بیک وقت کئی لوگ شریک ہو سکتے ہیں اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس مذاکرے میں دنیا کے کسی بھی گوشے میں بیٹھے لوگ اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ بلاگ کی یہ تحریر خط کی تحریر سے ملتی جلتی ہے یا یہ کہیں کہ اس تحریر میں براہ راست گفتگو کے ساتھ سیدھے سادے انداز میں اپنی رائے کے اظہار کا وہ طریقہ ہے جس میں لکھنے والا زبان کے بجائے خیال پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ بلاگ کی یہ تحریریں پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں زبان و بیان کے نئے گل بوٹے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آنے والے دنوں میں یہ اسلوب ضرور ایک نئے اسلوب کی شکل میں رونما ہوگا اور ادب کے ناقدین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائے گا تب اس کیا سلوب پر تجزیے اور تبصرے کا رواج ہوگا اور اسے بھی اردو کے اسالیب میں ایک نمایاں مقام ملے گا۔

اب تک چند لوگوں نے ہی اس جانب توجہ دی ہے لیکن انھوں نے بھی اپنے مضامین میں ضمنی طور پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں پہل کرتے ہوئے بلاگ کی بعض تحریروں کو اس کتاب میں شامل کر کے اس نئے اسلوب کو متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ میں نے صرف 'عالمی اخبار' کے بلاگ کو اس میں شامل کیا ہے جبکہ اردو کے کئی بڑے بلاگ اور اخبارات کے بہت ہی دلچسپ بلاگ موجود ہیں۔ اگر ان بلاگرز کے انتخابات شائع کیے جائیں تو ادب کا یہ نیا سرمایہ متعارف ہو سکے اور اپنی جگہ بنا سکے گا۔

☆☆☆

مراسلہ نگاری بمقابلہ بلاگ نگاری

ڈاکٹر خواجہ اکرام۔ دلی، بتاریخ October 9, 2010

بہن ڈاکٹر نسیم کا بلاگ پڑھ کر دیر تک یہ سوچتا رہا کہ ہم آج تک یہ سمجھتے ہیں کہ جن خطوط میں معاشرتی حالات و کوائف کی عکاسی کی جاتی ہے، انھیں ہم دستاویزی اہمیت دیتے ہیں اور اس کے اسلوب و انداز کے پیش نظر اسے ادب کے اہم سرمائے میں شامل کرتے ہیں۔ اسی لیے حالی، شبلی اور اقبال جیسے بلند قامت ادیبوں کے خطوط کا ہم ہر جگہ حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن کیا آج کے دور میں بھی خطوط کا رواج موجود ہے؟ کیا آج بھی خطوط لکھنے کی روایت اتنی ہی مستحکم ہے؟

یہ بڑا سوال ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے امید ہے کچھ روشنی ملے گی۔ لیکن میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ہم برقی دور میں جی رہے ہیں اور برقی وسائل نہ صرف ہماری زندگی کے ناگزیر وسائل بن گئے ہیں بلکہ یہ وسائل ہمارے بہت سے ذرائع اور سرمائے کے مقابلے کھڑے ہو گئے ہیں! اب خطوط نگاری کی جگہ ای میل نے لے لی ہے اور بلاگ تو اس سے آگے کا ایک قدم ہے اور آنے والے دنوں میں خطوط کی اشاعت کی طرح یا اس کے بجائے بلاگ کے منتخب حصے ہمارے لیے دستاویزی اور ادبی اہمیت کے حامل ہونے والے ہیں۔ کیونکہ ای میل تو پاس ورڈ کی وجہ سے دو لوگوں کی ملکیت بن جاتی ہے لیکن بلاگ کئی لوگوں کے بے تکلف اظہار خیال کا مجموعہ ہے۔ میرا یہ ماننا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب یہ گوشہ بھی انقلابی نتائج لائے گا اور شائقین اسے مکتوب کا متبادل خیال کریں گے نتیجتاً یہ وقیع علمی اور ادبی سرمایہ ہوگا۔

آپ کے خیالات کا منتظر

تبصرے برائے ''مراسلہ نگاری بمقابلہ بلاگ نگاری''

1- شمس جیلانی نے کہا ہے:

October 9, 2010 بوقت 8:42 pm

ڈاکٹر صاحب۔ بہت دلچسپ پہلو آپ نے اجاگر کیا ہے۔مگر پہلے تو یہ تھا کہ لکھنے والے بہت کم تھے اور وہ قومی ہیرو کا درجہ رکھتے، اب صورتِ حال یہ ہے کہ اتنے لکھنے والے اور شاعر ہیں کہ ان کی گنتی اور نام بھی نہیں معلوم اور بلاگ تو اب اتنے ہیں کہ کچھ دنوں میں شاعروں سے بھی زیادہ ہو جائیں گے لہٰذا ان کو پڑھنا اور یاد رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ صرف وہ بلاگ محفوظ رکھے جا سکتے ہیں جو کہ بہت اہم ہیں جیسے کہ ایک مرتبہ ہمارے بزرگ جناب منظور قاضی نے محرم کے بلاگ کو محفوظ کرنے کے لیے یہاں تجویز رکھی تھی۔ یا پھر جنگ وغیرہ ہیں جہاں امن کی آشا جیسا بلاگ چل رہا ہے۔چھوٹے بلاگ والے تو بیچارے اتنی جگہ ہی نہیں رکھتے جو اچھی تحریروں کو محفوظ رکھ سکیں لہٰذا جو کچھ وہاں لکھا جاتا ہے کچھ عرصہ بعد وہ صفحہ وہاں سے مٹا دیا جاتا ہے۔اب آپ ہی بتایئے اس کا حل کیا ہو؟

2-عالم آرا نے کہا ہے:

October 10, 2010 بوقت 2:55 am

السلام علیکم

محترم ڈاکٹر خواجہ اکرام اور محترم شمس جیلانی بھائی،

بہت اہم موضوع ہے اور بہت ہی سوچنے والی بات۔بقول شمس بھائی ''مگر پہلے تو یہ تھا کہ لکھنے والے بہت کم تھے اور وہ قومی ہیرو کا درجہ رکھتے اب صورتِ حال یہ ہے کہ اتنے لکھنے والے اور شاعر ہیں کہ ان کی گنتی اور نام بھی نہیں معلوم اور بلاگ تو اب اتنے ہیں کہ جو کچھ دنوں میں شاعروں سے بھی زیادہ ہو جائیں گے لہٰذا ان کو پڑھنا اور یاد رکھنا۔ بہت مشکل کام ہے۔''

میرے خیال میں یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔لیکن اچھی تحریروں کو محفوظ ضرور ہونا چاہیئے۔کہ وہ ادبی سرمایہ ہیں۔میری رائے میں اگر ایک ایسی سائٹ بنالی جائے جس میں اچھی تحریریں محفوظ کر لی جائیں چاہے وہ کسی کی بھی لکھی ہوئی ہوں تو ایک ٹیلی بُک بنائی جا سکتی ہے۔بلاگ واقعی ایک ذریعہ ہے اپنی بات کہنے اور دوسرے کے بے لاگ تبصرے سے اس کی اہمیت جاننے کا،اس لیے اچھے تبصرے اور بلاگ ضرور محفوظ رہنے چاہئیں۔

عالم آرا، وینکوور

3۔شعیب صفدر نے کہا ہے:

October 10, 2010 بوقت 3:33 am

ڈاکٹر خواجہ اکرام سے کافی حد تک متفق ہوں! بلاگز کو مستقبل میں ماضی کے اس دور کے عام عوام کے خیالات جاننے کا، حالات سے واقفیت کا ذریعہ جانا جائے گا اور ان کی یوں ادبی وسیاسی اہمیت بنتی جارہی ہے۔

جو دوست احباب بلاگ پڑھنے کے عادی ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کہیں بلاگ نگاروں نے اپنے اپنے مخصوص موضوع پر وہ کمال حاصل کیا ہے کہ بڑے ادارے ہی کیا حکومتیں بھی اس بات پر مجبور ہیں کہ اُن کے بلاگ پر نظر رکے۔نیز خواہ تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو جائے معیار بہر حال لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے لہٰذا اگر کسی غیر معروف بلاگ پر کوئی عمدہ تحریر ہو تو وہ انٹرنیٹ کی دنیا میں کافی تیزی سے مختلف طریقوں سے خود کو نوٹس کروا لیتی ہے! خاص کر وہ خاص موضوع جن لوگوں کے لئے اہمیت رکھتی ہے اُن تک درست حوالے کے ساتھ پہنچ جاتی ہے ہاں کبھی یہ عمل سست ہوتا ہے اور کبھی کافی تیز۔

4۔آصف احمد بھٹی نے کہا ہے:

October 10, 2010 بوقت 5:37 am

السلام علیکم

ڈاکٹر خواجہ اکرام، آپ نے بالکل درست فرمایا، اب ''غالب کے خطوط'' کا زمانہ گزر گیا، اب شاید کوئی نیا ''جاوید نامہ'' مگر کل کی نسل شاید سیکھنے اور سمجھنے کے ارادے سے ہمارے آج کے بلاگز سے اقتباسات حاصل کر سکتے ہیں جیسے ہم اور ہمارے بڑوں نے اپنے بزرگوں کے خطوط سنبھال رکھے ہیں۔

آصف احمد بھٹی

5۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

October 10, 2010 بوقت am10:00

شکریہ آپ لوگوں کی قیمتی آرا کا۔ بات یہ ہے کہ اب ہمیں اس کا بھی خطرہ نہیں رہا بقول غالب ع

بن گیا رقیب آخر تھا جو راز داں اپنا

زمانہ بدل گیا ہے ترسیل کے وسائل بدل گئے ہیں۔ اس لیے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم جدید وسائل جو مستقبل کے حوالے بننے والے ہیں انھیں سجوگ کر رکھا جائے۔ پہل ہمیں کرنی چاہیے۔ محترمہ عالم آرا کی جو تجویز ہے وہ بھی بہت مناسب ہے کہ ہم ٹیلی بُک کی سمت میں پیش رفت کریں اور ممکن ہو تو اب تک عالمی اخبار میں جو بلاگ شائع ہوئے ہیں ان کے اہم اقتباسات کو موضوع، اسلوب اور مسائل کے اعتبار سے ترتیب دیں اور اسے الگ ایک گوشے میں شائع کریں، بات رواج دینے کی ہے اگر یہ بھی کر سکیں کہ سو صفحات پر مبنی بلاگ کی تحریروں کو کتابی شکل دے سکیں تو میرا خیال ہے یہ بھی ایک اہم پہل ہو گی اور لوگ اس طرح بلاگ کی تحریروں کو محفوظ رکھنے کی فکر کریں گے۔ آخر یہ بھی تو آنے والی نسل کے لیے ایک سرمایہ ہو سکتا ہے، سرمایہ نہ سہی ہمارے ذہن و اسلوب کو سمجھنے کا ایک ذریعہ تو ہو سکتا ہے۔

رہی یہ بات جیسا کہ محترم شمس جیلانی نے کہی ہے کہ ''پہلے تو یہ تھا کہ لکھنے والے بہت کم تھے اور وہ قومی ہیرو کا درجہ رکھتے اب صورتِ حال یہ ہے کہ اتنے لکھنے والے اور شاعر ہیں کہ ان کی گنتی اور نام بھی نہیں معلوم اور بلاگ تو اب اتنے ہیں کہ جو کچھ دنوں میں

شاعروں سے بھی زیادہ ہو جائیں گے لہٰذا ان کو پڑھنا اور یاد رکھنا۔ بہت مشکل کام ہے۔“
تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اگر اس زمانے میں بلاگ لکھنے والے زیادہ ہیں تو یہ آج کے دور کی خصوصیت ہے۔ پہلے لکھنے پڑھنے والے کم تھے، تعلیم کا رواج کم تھا، آج بیداری کا دور ہے اور ہر ملک کی ترقی شرح تعلیم سے جڑی ہوئی ہے اس لیے ہر طرف لکھنے پڑھنے والوں کی دھوم ہے۔ جہاں تک قومی ہیرو کی بات ہے تو آج بھی قومی ہیرو موجود ہیں لیکن اُس دور میں ہیرو پرستی کا جو چلن تھا وہ آج نہیں ہے۔ ہیرو تو بہت ہیں لیکن اپنے محدود دائرے میں مقید ہیں۔ تو ہم یوں بھی اس حقیقت کے پیش نظر ایسے ہیروز کی درجہ بندی کر سکتے ہیں۔

اب کی تفصیلات اور تبصرے سے یہ تو ظاہر ہو رہا ہے کہ بلاگ کی اہمیت تو بہر کیف مسلم ہو چکی ہے اور ان کا نوٹس بھی لیا جاتا ہے۔ اس لیے کچھ تو سوچنا ہے اور احباب ہی بتائیں گے۔

6۔ محمد ناصر زیدی لاہور نے کہا ہے:

October 10, 2010 بوقت 12:06 pm

عالمی اخبار سے میری دل و جان سے وابستگی کا سبب قائد اعظم محمد جناح کے اسم گرامی اور جائے پیدائش کے حوالے سے شائع ہونے والا ایک پر تحقیق، پر مغز بحث ومباحثہ سے بھر پور بلاگ تھا جس میں ایسی معلومات، اور علم کے موتی موجود تھے کہ پڑھ کر دل عش عش کر اٹھا۔ اس بلاگ کو پڑھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اسے کسی طرح محفوظ کر لیا جائے، یہ تو خاصے کی چیز ہے۔ صرف اسی بلاگ کی وجہ سے میرے دل میں عالمی اخبار کی ایسی قدر و منزلت بڑھی کہ آج بھی اسے وزٹ کرتے ہوئے علم کی تلاش اور سیکھنے کی جستجو کا جذبہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ عالمی اخبار میں ہر بلاگ با مقصد اور معنی خیز ہوتا ہے۔ الحمد اللہ میں اپنے سینئرز کی علمی گفتگو سے بہت بہرہ مند ہوتا ہوں۔ بیشک یہ تمام باتیں، مکالمے، خیالات و جذبات محفوظ کئے جانے کے قابل ہیں۔

7۔ منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 10, 2010بوقت pm11:58

ایسے مواقع پر مجھے نادیہ بتول بخاری صاحبہ اور سیدہ ماریہ علی کاظمی صاحبہ کے بلاگوں اور تبصروں کے ساتھ عرشی صاحبہ کے کلام کی بھی کافی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ سے یہی دعا ہے کہ یہ تینوں جہاں بھی رہیں خوش رہیں۔ اور کبھی کبھی عالمی اخبار کے بلاگوں کو اپنے تحریر سے رونق بخشیں۔

8- منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے

October 11, 2010بوقت pm9:37

میرے محترم شمس جیلانی نے صحیح فرمایا کہ اس سال ''محرم پر لکھا گیا بلاگ'' اس قدر تاریخی اور مقدس تھا کہ میں نے عالمی اخبار کی انتظامیہ سے درخواست کی تھی کہ اسے محفوظ رکھا جائے تا کہ آنے والی نسلیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ایسے بلاگ بہت کم پڑھنے میں آتے ہیں۔

حال ہی میں جاوید اقبال کیانی صاحب نے میرے بلاگ میں اس قدر کمال کے ساتھ پرویز مشرف کے عروج وزوال اور اس کے پھر سیاست کے اسٹیج پر نمودار ہونے پر انتہائی دلچسپ تبصرے لکھے جو بذاتِ خود اس بلاگ کی جان ہیں اور ان تبصروں کے مجموعوں کو ایک کالم یا مضمون کی شکل میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ جب سے بلاگ نویسی کا سلسلہ شروع ہوا ہے میں زیادہ تر بلاگوں ہی پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہوں۔ مجھے کالموں اور عالمی خبروں کو پڑھنے سے زیادہ بلاگوں کے مطالعہ اور ان پر تبصرے کرنے میں لطف آنے لگا ہے۔ مجھے بلاگ نگاری اس لیے بھی زیادہ پسند ہے کہ اس میں قارئین کے ساتھ مکالموں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو کالم نگاری میں اتنی آزادی سے نہیں ہوتا۔ کالم نگاری کے بعد اپنا تبصرہ لکھنے کا موقع تو ضرور ملتا ہے مگر اس میں ''چوپال'' کی سی وہ کیفیت نہیں ہوتی جو بلاگ نگاری میں ہوتی ہے۔ بلاگ نگاری پر کسی کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ:

کل جگ نہیں کر جگ ہے یاں دن کو دے اور رات لے

نیکی کا بدلہ نیک ہے بد سے بدی کی بات لے

جیسے ہی کسی نے کوئی بلاگ اپنے دماغ سے عالمی اخبار کے صفحات میں منتقل کیا وہ بلاگ قارئین سے یہ کہتا ہے کہ ''تبصرہ ارسال کریں'' یا ''جواب دیں'' اور پھر مکالمہ شروع ہو جاتا ہے جس میں ہر قاری اپنے اپنے انداز میں اپنا ردِ عمل لکھ دیتا ہے (جو بعض اوقات نظر ثانی اور نظر ثالث کے حذف کا شکار بھی ہو جاتا ہے) اور کبھی وہ شایع بھی ہو جاتا ہے۔

بلاگ نگاری کا کمال یہ ہے کہ یہ ایک درس گاہ کی طرح تمام بلاگ لکھنے والوں اور مبصروں کے ادبی صلاحیتوں کی تربیت کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے۔ میں ڈاکٹر خواجہ اکرام کے اس بلاگ کو بھی ایک درس گاہ کا درجہ دیتا ہوں۔ میں بھی اس رائے کی تائید کرتا ہوں کہ اچھے بلاگوں کو آئندہ لکھنے والوں کی، رہنمائی اور تحقیق وغیرہ کے لیے محفوظ رکھا جائے۔

مجھے یہ بات یہاں کہنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ میرا قابل اجمیری مرحوم پر شائع شدہ پچھلے سال کا بلاگ اس سال ظفر قابل (قابل اجمیری مرحوم کے اکلوتے فرزند) کی نظر سے گذرا اور اس کی وجہ سے اس سال ظفر قابل صاحب نے سید مصباح حسین جیلانی صاحب سے ایک نیا بلاگ شروع کرنے کی درخواست کی اور قابل اجمیری مرحوم کے کلام پر اور پھر محسن بھوپالی مرحوم کے کلام پر بلاگوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ بات میں صرف ایک مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔

9۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت 7:19am

میں محترم منظور قاضی کی بات سے متفق ہوں کہ اکثر لوگوں کو بلاگ پڑھنے میں اس لیے مزہ آتا ہے کیونکہ یہ مکالمے اور رابطے کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عالمی اخبار کے منتخب بلاگز کو کسی نمائندہ جگہ محفوظ کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

10۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 13, 2010 بوقت 3:39pm

میں ڈاکٹر خواجہ اکرام کی بات سے متفق ہوں۔ میری ان سے اور دوسرے تمام بلاگ نویسوں سے یہی درخواست ہے کہ وہ بلاگوں کو محفوظ کرنے کا کوئی طریقہ اس بلاگ میں لکھ دیں تا کہ عالمی اخبار کی انتظامیہ شائد اس طریقہ کو اپنائے اور خاص خاص بلاگ محفوظ کر دیے جائیں۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بلاگوں کو ان کے موضوع کے مطابق محفوظ کیا جائے۔ مگر بہت سارے بلاگوں کے عنوانات موضوع کی غمازی نہیں کرتے اس لیے بلاگوں کو محفوظ کرنے والی ہستی ان بلاگوں کو موضوعات کے مطابق محفوظ نہیں رکھ سکے گی۔

دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ شاعری کے سیکشن کی طرح، بلاگ نویس کے نام پر اس کے تمام بلاگ محفوظ کر دیے جائیں۔ شاعری کے سیکشن میں شاعر یا شاعرہ کے نام ہی پر سب کا اپنا اپنا کلام ایک جگہ موجود ہوتا ہے۔ اس لیے اگر صفدر ہمدانی صاحب کے لکھے ہوئے تمام بلاگ ایک جگہ موجود ہوں اور ڈاکٹر نگہت نسیم کے لکھے ہوئے تمام بلاگ ایک جگہ موجود ہوں اور اسی طرح جاوید اقبال کیانی صاحب اور دوسرے بلاگ نگاروں کے ناموں کے ساتھ ان کے لکھے ہوئے بلاگ موجود ہوں تو آنے والی نسلوں کو ان بلاگ نویسوں کے بلاگوں کو پڑھنے میں آسانی محسوس ہوگی۔ (جس طرح اب ڈاکٹر نگہت نسیم صاحبہ نے بھی اپنے تمام بلاگوں کا یکجا کر کے کتابی شکل دینے کا منصوبہ ظاہر کیا ہے)۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے ہر ایک بلاگ نویس اپنے اپنے بلاگوں کو ایک کتابی شکل دے سکے گا (گی)۔

اس طریقہ پر عمل کرتے وقت بلاگوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکے گا۔ یعنی میرے تمام بلاگ جن میں شعرا یا شاعرات کا کلام موجود ہے ان سب کی شناخت کی جا سکے گی اور وہ تمام بلاگ جن کا موضوع کوئی سیاسی یا سماجی قسم کا ہو ان کی بھی نشاندہی کی جا سکے گی۔ اس طرح میرے وہ تمام بلاگ جن کو میں نے شعرا یعنی قمر جلالوی، ظفر جعفری، طارق ہاشمی، محسن بھوپالی، اقبال اجمیری، محسن نقوی اور محسن احسان وغیرہ پر لکھے ہیں وہ آسانی سے

پہچانے جاسکیں گے۔مگر میرے دوسرے بلاگ جن میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان وغیرہ کا تذکرہ ہے یا وہ بلاگ جن میں نعتیہ کلام موجود ہے ان کی بھی نشاندہی ہو سکے گی۔اسی طرح ڈاکٹر نگہت نسیم کے وہ تمام بلاگ جو انہوں نے محرم کے مہینے میں لکھے وہ بھی آسانی سے پڑھے جاسکیں گے۔ورنہ یہ تمام بلاگ شائد ہمیشہ کے لیے نظر سے اوجھل ہو جائیں گے ممکن ہے کہ شیخ امجد صاحب اور زرقا مفتی صاحبہ اس سلسلے میں کوئی فنی مشورہ دے سکیں۔

ڈاکٹر خواجہ اکرام نے یہ بروقت موضوع چھیڑا ہے جس پر عمل کرنے سے سب کا بھلا ہوگا۔غالب کے خطوط،صحرانورد کے خطوط اور دوسرے ادیبوں اور شاعروں کے خطوط کو تو مورخوں نے محفوظ کر دیا مگر اب بلاگوں کو محفوظ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔بلاگوں کو بھی اسی طرح محفوظ کیا جاسکتا ہے جس طرح کالم نویسوں کے کالموں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔مجھے علم ہے کہ مجتبیٰ حسین کے کالم کتابی شکل میں جناب حسن چشتی نے محفوظ کر دیے ہیں۔مجھے خوشی ہے کہ کم از کم ڈاکٹر خواجہ اکرام نے اس طرف بروقت توجہ دلائی۔دیکھتا ہوں کہ دنیائے اردو اس سلسلہ میں کیا کرتی ہے:

11۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 17, 2010 بوقت pm2:08

ڈاکٹر خواجہ اکرام شائد اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اپنے بلاگ پر کچھ زیادہ وقت اور توجہ نہیں دیتے۔اس لیے یہ انتہائی اہم بلاگ صرف دس تبصروں تک محدود ہو گیا ہے۔

میں اس میں آج جون 2009 کے بلاگ کی مثال شامل کر رہا ہوں جسے نایاب صاحب نے بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر اکتوبر 2010 کو نکالا اور اس میں انہوں نے اپنا ایک سوال بھی شامل کر دیا کہ فیضؔ کی غزل کے ایک شعر کی تشریح چاہیئے۔

میں نایاب صاحب کی پوری کی پوری تحریر اور میرا جواب اس بلاگ میں بھی شامل کر رہا ہوں تاکہ یہ ثابت کر سکوں کہ بلاگوں کو محفوظ رکھنے سے ہر ایک محقق کو ان بلاگوں

کو کسی ایک جگہ (بلاگ نویس کے نام کے ساتھ) پر اپنا پسندیدہ بلاگ پڑھنے اور اس پر تبصرہ کرنے یا اس کی کسی بات پر خیال اور رائے ظاہر کرنے کی آزادی حاصل ہو جائے۔

12-نایاب نے کہا ہے:

October 15, 2010 بوقت am1:39

السلام علیکم، محترم اراکین محفل

اللہ آپ سب پر سدا مہربان رہے۔ آمین

سنا ہے کہ ڈھونڈے سے خدا مل جاتا ہے۔ سو اپنی غرض کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ صاحبان ذوق کی محفل تک آ پہنچا۔ محترم فیض احمد فیضؔ جی کے اس شعر نے الجھایا ہوا ہے۔

نہ گنواؤ ناوکِ نیم کش، دلِ ریزہ ریزہ گنوا دیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو، تنِ داغ داغ لٹا دیا

اس شعر میں ''ناوکِ نیم کش،'' سے کیا مراد ہے؟ اس کا لفظی ترجمہ کیا ہوگا۔؟

توجہ سے نوازنے پر آپ سب کا پیشگی شکریہ

نایاب

13-منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے

October 15, 2010 بوقت pm4:25

نایاب صاحب کی جستجو کا شکریہ کہ انہوں نے ڈھونڈتے ڈھونڈتے جولائی 2009 کا یہ بلاگ آج 15 اکتوبر 2010 کو آخر پا ہی لیا۔ نایاب صاحب نے 'ناوکِ نیم کش' کا مطلب پوچھا ہے جسے فیضؔ نے اپنی اس غزل کے مطلع میں استعمال کیا:

نہ گنواو ناوک نیم کش دل ریزہ ریزہ گنوا دیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو تنِ داغ داغ لٹا دیا
مرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دشمناں کو خبر کرو

جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چُکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

اُدھر ایک حرف کہ کُشتنی یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی
جو کہا تو سن کے اڑا دیا، جو لکھا تو پڑھ کے مٹا دیا

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

یہ میری پسندیدہ غزل فیضؔ کی تصنیف ''دستِ تہ سنگ'' میں موجود ہے۔افسوس کہ نایاب صاحب نے اپنے اس سوال کو اس گم گشتہ بلاگ میں پوچھا جسے اب کوئی پڑھتا وڑھتا نہیں ہے۔اگر نایاب صاحب اپنے اس سوال کو عالمی اخبار کے کسی موجودہ بلاگ میں پوچھتے تو شائد ''اراکین محفل'' اسے پڑھ کر ان کے سوال کا جواب دے دیتے۔میری معلومات محدود ہیں اور میرے پاس (جرمنی کے اردو سے بے گانہ ماحول میں نہ کوئی اردو کی لائبریری موجود ہے اور نہ کوئی اچھی سی لغت موجود ہے کہ میں کوئی خاطر خواہ جواب دے سکوں پھر بھی میں حسب استطاعت اس کا جواب دے رہا ہوں۔ناوک کا معنیٰ ہے تیر، یہ مذکر ہے۔نیم کش کے معنی ہیں وہ تیر جو اپنے نشانے پر آدھا کھنچا ہوا ہے یعنی آدھا اندر ہو اور آدھا باہر ہو۔

غالبؔ نے اپنے ایک شعر میں تیر نیم کش کو یوں استعمال کیا ہے،اس شعر کو سمجھنے پر

فیضؔ کے مذکورہ شعر کو سمجھنے میں آسانی ہوگی:

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

اب فیض کا یہ شعر کہ:

نہ گنواو ناوک نیم کش ، دل ریزہ ریزہ گنوادیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو، تنِ داغ داغ لٹا دیا

شاعر اپنی خستہ حالی اور بے سروسامانی کا اظہار اور اعتراف کرتے ہوئے اپنے ستم گر سے یہ کہ رہا ہے کہ میرے گھائل اور زخمی دل کا ریزہ ریزہ گم ہو چکا ہے اس میں اپنے ستم کا تیر چلا کر اس تیر کو ضایع کرنے سے کیا فائدہ ہے۔اس کے بعد شاعر اپنے ستم گر سے یہ بھی کہ رہا ہے کہ جو بچے ہوئے پتھر باقی رہ گئے ہیں انہیں سمیٹ کر محفوظ کر لو اس لیے کہ مرے تن داغ داغ کو تو میں نے لُٹا ہی دیا ہے اور اس میں اب مزید پتھر کھانے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

میری یہ تشریح ممکن ہے کہ پڑھنے والے قبول نہ کریں اور اس کو رد کر کے اپنی طرف سے فیضؔ کے اس شعر کی کوئی قابلِ فہم اور قابل قبول تشریح لکھ دیں۔

مگر مجھے امید نہیں کہ کوئی بھی مبصر اس بلاگ کو پڑھنے کی زحمت گوارا کرے گا۔اس لیے میں نایاب صاحب کے سوال کو اور میرے اپنے تبصرے کو کسی موجودہ بلاگ میں منتقل کر رہا ہوں تاکہ کوئی دانشور نایاب صاحب کا اس سے بہتر جواب دے سکے۔

فقط:

خیر اندیش

14۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 18, 2010بوقت pm6:00

پتہ نہیں کیوں اس بلاگ کے بلاگ نویس اور ناظم ایک دن کہاں غائب

ہو گئے!!! اپنے ہی بلاگ سے ایسی بے رخی اچھی نہیں۔ بہتر تو یہ تھا کہ وہ اپنی مجبوریوں کا اظہار کر کے اس بلاگ کو بخیر و خوبی ختم کر دینے کا اعلان کر دیتے۔ ورنہ یہ بلاگ شترِ بے مہار کی طرح ادھر ادھر مارا مارا پھرے گا اور موضوع سے ہٹ کر باتیں شامل ہوتی رہیں گی۔

15۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

October 19, 2010 بوقت 5:35am

جی منظور بھائی میں حاضر ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اب ہم سوالوں کے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ جواب آج نہیں تو کل مل جائے گا۔ (انشاء اللہ) ابھی تو ہم صرف بلاگ کی باتیں کرتے ہیں۔ کل کو فیس بُک اور دوسرے سوشل نیٹ ورکینگ سائٹ کی بھی ہوگی۔ سر دست ہم لوگ بلاگ کو محفوظ کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ اس کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے ابھی ہم لوگ ذاتی طور پر جو کچھ محفوظ کر سکتے ہیں کر لیں۔ ایک سال کے بعد جب ہم انھیں دیکھیں گے تو اس کی اہمیت کا اندازہ ہوگا جیسے آپ نے جون 2009 کے بلاگ کی مثال دی ہے۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ اس طرح کے بلاگ کو محفوظ رکھنا گویا جدید دور کے اسالیب اور رجحان و رویے کو محفوظ رکھنا ہے۔

ابھی تو میں بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ تکنیکی اعتبار سے کوئی ترکیب بتا سکوں۔ لیکن میں انشاء اللہ اس پر غور و فکر کروں گا اور کسی نتیجے پر پہنچ سکا تو ایک نئے بلاگ کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ قارئین سے بھی اسی توقع کے ساتھ اس بلاگ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

☆☆☆

اپنے دم پر رواں ہے اردو

ڈاکٹر خواجہ اکرام۔ دلی، بتاریخ July 12, 2010

میں نے دیر کردی شاید گذشتہ تحریر ذہنوں سے نکل گئی ہو۔ بات یہ تھی کہ اردو کے ساتھ ہندستان میں تقسیم وطن کے بعد اب تک ناانصافیاں ہوئی ہیں۔ لیکن کسی تہذیب کو ختم کرنا اتنا آسان نہیں اس لیے ہندستان کی مشترکہ تہذیب کی وراثت کو اپنے دامن میں سمیٹے یہ اردو آج بھی زندہ و تابندہ ہے مگر کب تک؟ یہ بڑا سوالیہ نشان ہے۔ مگر مایوسی کی بات اس لیے نہیں ہے کہ اس زبان میں ہندستان کی تعمیر و تشکیل سے لے کر آزادی تک کی حصہ داری ہے۔ اگر اس عہد کی تاریخ کو مٹانے کی کوشش کی جائے گی تب ہی اس زبان کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات صدفی صد درست ہے لیکن پس پردہ ایک حقیقت اور بھی موجود ہے جس کی جانب لوگوں کی نگاہیں یقیناً جارہی ہوں گی اور وہ یہ ہے کہ صارفیت کے موجودہ دور میں کسی بھی قوم کو ختم کرنے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ اس کی تہذیب کو ختم کردی جائے۔ ہندستان میں جہاں لسانی تعصّبات عروج پر ہیں کہ اب الگ الگ صوبوں میں ہندستان کی قومی زبان پر صوبائی زبان کی برتری ثابت کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ ان جارحانہ

کوششوں کی سب سے قبیح مثال مہاراشٹر ہے جہاں مراٹھی تہذیب اور زبان کو آگے بڑھانے کے لیے ہر طرح کی سیاسی شعبدہ بازیاں چل رہی ہیں اور حکومت خاموش ہے۔ مرکزی حکومت ہندستان کی آئین میں مندرج زبانوں کے تحفظ کی اگر بات کرتی ہے تو اسے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا حربہ بتایا جاتا ہے۔لہٰذا اردو بڑی حد تک حصول ووٹ کے ذریعہ اقتدار تک رسائی کا آلہ بنتی جارہی ہے۔

صرف اس بات سے اندازہ لگائیں کہ اتر پردیش کے بعض شہر جیسے علی گڑھ، لکھنؤ، اعظم گڑھ، جونپور، سلطان پور، مچھلی شہر، امروہہ وغیرہ شہر ایسے ہیں جو مردم خیز علاقے تھے اور ہیں، یہ شہر اردو والوں سے مشہور ہوئے مگر اب المیہ یہ ہے کہ ان شہروں اور علاقوں میں اردو بولنے والے تو مل جائیں گے مگر اردو پڑھنے اور جاننے والے عنقا ہوتے جارہے ہیں۔ اردو کے بڑے بڑے لوگ ہندی رسم الخط میں لکھی تحریروں کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ اردو رسم خط کا چلن تقریباً ختم ہورہا ہے۔ان علاقوں میں اردو کی تعلیم اسکولوں سے ختم ہوگئی ہے۔ بھلا ہو مدرسوں کا جس نے اردو رسم خط اور زبان کو زندہ رکھا ہے۔کسی حد تک ہائی اسکول میں اور اس کے بعد اہم شہروں کے کالجوں اور یونیورسٹیز میں اردو کے شعبے ہیں، جہاں کثیر تعداد میں اردو کے طلبہ مل جاتے ہیں۔لیکن ان کا مستقبل بہت تابناک اس لیے نہیں ہوتا کہ صرف اردو پڑھ کر روزگار کے مواقع بہت کم ہیں۔ ہندستان یوں بھی کئی زبانوں کا ملک ہے اس لیے ایک اچھا طالب علم کم از کم تین زبانیں (ایک مادری، دوسری صوبائی یا سرکاری اور تیسری انگریزی) ضرور جانتا ہے۔ اردو کے ایسے طالب علم کم ہیں جو تین زبانیں جانتے ہوں۔ اس لیے بھی ان کے ساتھ پریشانی لاحق ہے۔لیکن اچھے طالب علم اچھی جگہوں پر بھی بڑی تعداد میں جارہے ہیں۔ اس لیے یہ بھی ایک خوش آئند بات ہے۔

قارئین معاف کریں میں کوئی مایوس کن باتیں نہیں کررہا ہوں یہ وہ باتیں ہیں جن کو لوگ چھپانا چاہتے ہیں۔ میں خود اردو والا ہوں اردو میری روزی روٹی بھی ہے باوجود اس کے یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ صورت حال بہت بہتر نہیں ہے۔

تصویر کا یہ ایک پہلو ہے۔تصویر کا دوسرا پہلو تابناک اور روشن ہے، بہت روشن مگر آج میں نہیں لکھ رہا ہوں۔جلد ہی دوسرے رخ کو پیش کروں گا۔لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ اس بار اتنی تاخیر نہیں ہوگی۔

میں اپنی عادت سے مجبور ہوں ایک بار کمپیوٹر پر بیٹھا اور جو دل میں آیا لکھتا چلا جاتا ہوں دوبارہ دیکھنا اور تصحیح کرنا مجھ پر بار گزرتا ہے اس لیے تحریر میں املا کی غلطیاں یا جملے کی بے ربطی کو میری اس عادت کے سر ڈال دیں۔

تبصرے برائے ''اپنے دم پر رواں ہے اردو''

1۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 12, 2010 بوقت pm9:45

ڈاکٹر خواجہ اکرام نے بھارت میں اردو کے تاریک رخ کو پیش کر کے یہ کہہ دیا کہ ''صورت حال بہتر نہیں ہے'' اس لیے کہ

1۔یہاں پر اردو پڑھ کر اور اس کی بنیاد پر روزگار کے مواقع بہت کم ہیں۔

2۔اس کے علاوہ وہاں کے افراد کو پہلے اپنی مادری زبان پھر صوبائی زبان اور پھر انگریزی زبان سیکھنی پڑتی ہے (ان تینوں زبانوں میں اردو کی کوئی گنجائش نہیں ہے)

3۔اس کے علاوہ ''اردو بڑی حد تک حصول ووٹ کے ذریعہ اقتدار تک رسائی کا آلہ بنتی جارہی ہے۔''

4۔''........ان شہروں اور علاقوں میں اردو بولنے والے تو مل جائیں گے مگر اردو پڑھنے اور جاننے والے عنقا ہوتے جارہے ہیں۔اردو کے بڑے بڑے لوگ ہندی رسم الخط میں لکھی تحریروں کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔اردو رسم خط کا چلن تقریباً ختم ہورہا ہے۔ ان علاقوں میں اردو کی تعلیم اسکولوں سے ختم ہوگئی ہے۔''

5۔''.......... صارفیت کے موجودہ دور میں کسی بھی قوم کو ختم کرنے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ اس کی تہذیب کو ختم کر دی جائے۔ ہندستان میں جہاں لسانی

تعصّبات اس قدر عروج پر ہیں کہ اب الگ الگ صوبوں ،صوبائی زبان کی برتری ہندستان کی قومی زبان پر ثابت کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ان جارحانہ کوششوں کی سب سے قبیح مثال مہاراشٹر ہے جہاں مراٹھی تہذیب اور زبان کو آگے بڑھانے کے لیے ہر طرح کی سیاسی شعبدہ بازیاں چل رہی ہیں‘‘۔

تاہم ڈاکٹر خواجہ اکرام نے اردو کے بارے میں امید کی ایک کرن دکھاتے ہوئے تصویر کے دوسرے پہلو کو تابناک اور روشن بتایا ہے۔

ہم سب کو پتہ ہے کہ ڈاکٹر خواجہ اکرام پر درس وتدریس کی ذمہ داریاں بہت ہیں اس لیے وہ اگر ہم سب کے لیے وقت نکال کر بلاگ نگاری کررہے ہیں تو یہی ہمارے لیے غنیمت ہے۔وہ پروفیسر ہیں اس لیے ہم سب کے لیے ایک رول ماڈل (مثالی نمونہ) ہیں اس لیے ان سے یہی کہوں گا کہ عالمی اخبار کے پڑھنے والے ان سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کے مضمون میں:

1۔طویل پیرے گراف نہ ہوں تاکہ پڑھنے والے کو ان کا مضمون پڑھنے میں آسانی ہو۔

2۔ان کی تحریر میں املا کی غلطیاں اور جملوں کی بے ربطی نہ ہو۔

3۔وہ اپنی عادت کی مجبوری کو ان الفاظ کے ساتھ بیان نہ کریں کہ

’’میں ایک بار کمپیوٹر پر بیٹھا اور جو دل میں آیا لکھتا چلا جاتا ہوں دوبارہ دیکھنا اور تصحیح کرنا مجھ پر بار گزرتا ہے اس لیے تحریر میں املا کی غلطیاں یا جملے کی بے ربطی کو میری اس عادت کے سر ڈال دیں‘‘۔

میں ڈاکٹر خواجہ اکرام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی تحریر کو ہمیشہ ’’دوبار دیکھ کر‘‘ اپنی کمپوزنگ کی کوتاہیوں کی تصحیح ضرور کرتے رہیں تاکہ ہم جیسے کم علم انسان جب ان کی تحریر

پڑھیں تو ہمیں اس بات کا احساس ہوتا رہے کہ ''ایک اچھی تحریر'' ایسی ہوتی ہے۔ اور وہ ''تبصرہ ارسال کریں'' کا بٹن دبانے کے بعد اپنے شایع شدہ تبصرے یا بلاگ پر ضرور نظر ڈالیں اور اگر اس میں کوئی املا کی غلطی یا جملوں کی بے ربطی نظر آئے تو اس کی نشاندہی خود کریں (اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا پڑھنے والا ان غلطیوں کی نشاندہی کرے۔)

2۔ عبدالمناف نے کہا ہے:

July 12, 2010 بوقت pm10:00

برادرِ محترم جناب خواجہ اکرام صاحب!

بہت دلچسپ اور معلوماتی تحریر ہے۔ واقعی یہ باتیں، اس رخ سے پہلے کبھی پڑھنے سننے کو نہیں ملیں، ہماری نظر صرف دیوار تک ہی جا سکتی ہے، آپ نے دیوار پار کی باتیں بتائیں۔

چند دن پہلے محترمہ بہن عالم آرا کے شروع کردہ ایک بلاگ بعنوان ''ہماری زبان'' میں، حقیر نے جرمنی کی ایک علاقائی زبان کے معدوم ہونے کے اندیشہ اور اس کے روک تھام کے سلسلہ میں وہاں کی عوام کی کوششوں کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کی تھیں، اس بار عرض صرف اتنی ہے کہ کچھ بھی ہو بھارتی حکومت امریکہ کی استعماری حکومت سے غاصبانہ، آمرانہ اور وحشیانہ صلاحیتوں میں بہت پیچھے ہے، اور ہندستان میں ہمارے اردوداں بھائی امریکہ کے Red Indians سے ثقافتی، شعوری، علمی و تاریخی حیثیت سے بہت آگے ہیں، اگر آج بھی امریکہ میں برائے نام سہی لیکن اس مقامی زبان کو لوگ زندہ رکھے ہوئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندستان یا کہیں اور، اردو زبان ختم ہو جائے۔

ہمارا اپنے فرائض کو پہچاننا اور انہیں نبھانا یقیناً شرطِ اولین ہے۔

3۔ منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 12, 2010 بوقت pm11:52

میں انتہائی احترام کے ساتھ جناب عبدالمناف غلزئی سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس تحریر کی تشریح کریں:

1۔ ’’بھارتی حکومت امریکہ کی استعماری حکومت سے غاصبانہ، آمرانہ اور وحشیانہ صلاحیتوں میں بہت پیچھے ہے!!!‘‘ یہ تشریح طلب جملہ ہے۔

2۔ ’’ہندستان میں ہمارے اردو داں بھائی امریکہ کے ریڈ انڈینس سے ثقافتی، شعوری، علمی و تاریخی حیثیت سے بہت آگے ہیں!!‘‘ یہ جملہ بھی تشریح طلب ہے۔

3۔ ’’اگر آج بھی امریکہ میں برائے نام سہی لیکن اس مقامی زبان کو لوگ زندہ رکھے ہوئے ہیں.....!!‘‘ امریکہ کی کس مقامی زبان کی طرف اشارہ ہے؟

4۔ عبدالمناف نے کہا ہے:

July 13, 2010 بوقت pm11:10

جناب منظور قاضی صاحب!

آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے اس حقیر کی تحریر اس توجہ سے پڑھی، یہ میری کم مائیگی ہی ہے کہ میری بات واضح نہ ہو سکی دوبارہ کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔

عرض صرف اتنی ہے کہ:

امریکہ جو دنیا بھر میں اپنی طاقت کے بل بوتے پر دندناتا پھرتا ہے بھارت کے مقابلے میں بہت طاقتور ہے۔ یہ ملک ایک قوم کا قتلِ عام کر کے، ایک پورا برِ اعظم غصب کر کے، ایک قوم کو اغوا کر کے بطور غلام کام کروا کر بنوایا گیا۔ وہ مقامی لوگ جو وہاں آباد تھے وہ ثقافت اور تمدن میں اتنی پیش رفت نہیں رکھتے تھے مثلاً ان کی اس مقامی زبان کے حروفِ تہجی بھی ابتدائی مراحل میں تھے۔ اس کے مقابلہ میں ہندستان کے مسلمان ایک مضبوط تاریخی پس منظر، ایک وسیع تہذیب اور ایک ایسی ثقافت رکھتے ہیں جس کی جڑیں ترکی، فارس، عرب

اور وسطی ایشیا تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں آج پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، نیپال سے بڑھ کر افریقہ یورپ اور امریکہ وغیرہ تک جا پہنچی ہیں۔ان حقائق کا اعادہ صرف اس نکتہ کی طرف توجہات کو مبذول کرنے کی نیت سے تھا کہ ہندستان کی حکومت خواہ کچھ کر لے وہ اردو جیسی مستحکم زبان کو ختم نہیں کر سکتی جبکہ اس سے بڑی طاقت امریکہ کی مکمل تباہی کے مظاہرے کے بعد بھی وہاں اب تک کچھ نہ کچھ "سرخ ہندی" بھی موجود ہیں اور ان کی زبان بھی کسی حد تک جی رہی ہے اور سانس لے رہی ہے۔یعنی اردو قائم و دائم رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

5۔عالم آرا نے کہا ہے:

July 13, 2010 بوقت pm4:15

السلام علیکم

یقیناً مناف بھائی 'اردو قائم و دائم رہے گی انشاء اللہ'

ڈاکٹر خواجہ اکرام کی ایک بات دل کو لگی "اردو بڑی حد تک حصول ووٹ کے ذریعہ اقتدار تک رسائی کا آلہ بنتی جا رہی ہے"۔

بس محترم بھائی بات یہیں آ کر تو تکلیف دہ ہوتی ہے۔آج کل پاکستان جہاں اور کربوں سے گزر رہا ہے وہاں ایک اردو زبان سے دوری بھی ہے کسی چینل پر چلے جائیں ہر اینکر، ہر تجزیہ نگار وہ الفاظ بھی انگلش میں بولتا نظر آتا ہے جو اردو میں آسانی سے بولے جاتے ہیں یا جن کی اردو موجود ہے ایسا نہیں ہے کہ وہ مدعا اردو میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

میری ناقص رائے میں اگر ہمارے میڈیا کے میزبان اس طرف توجہ دیں کہ اردو کے فروغ کے لیے اس کا ہی استعمال کریں تو کتنا اچھا ہو۔یہ باتیں بہت چھوٹی سمجھی جاتی ہیں لیکن ان کے جو نتائج آنے والے ہیں ان پر کسی کی توجہ نہیں ہوتی۔اللہ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

اگر کوئی بھی جملہ کسی کے لئے بارِ خاطر ہوا ہو تو معافی!

6۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 14, 2010بوقت pm1:31

عالم آرا صاحبہ اپنی تحریر میں کبھی بھی کوئی جملہ ایسا نہیں لکھتی ہیں جو بارِ خاطر ہوا ہو۔ان کی تحریریں ان کے خلوص کی عکاسی کرتی ہیں۔ پڑھنے والوں کو ان کا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ اتنے قابل مطالعہ تبصرے اور بلاگ لکھتی ہیں۔

پتہ نہیں کہ اس بلاگ کے خالق اور ناظم جناب ڈاکٹر خواجہ اکرام کہاں غائب ہو گئے کہ انہوں نے جلدی جلدی میں اپنا بلاگ تو لکھ دیا مگر اس کی کوئی خبر نہیں لی کہ ان کا بلاگ کس بے بسی کے عالم میں ان کی توجہ چاہتا ہے۔ڈاکٹر خواجہ اکرام دوسرے بلاگوں میں اپنے تبصرے شامل کرتے رہیں مگر کبھی کبھی اپنے بلاگ پر بھی نظرِ کرم ڈال دیا کریں تاکہ یہ بلاگ آگے بڑھتا رہے۔

7۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

July 14, 2010بوقت pm3:29

جی ہاں میں یہیں ہوں۔آپ لوگوں کے تبصرے اور اہم نکات پڑھ کر مگن تھا۔ منتظر بھی کہ مزید،،،،،،،،،مزید۔قاضی صاحب آپ کے مشورے سر آنکھوں پر (آئندہ خیال رکھوں گا) عالم آراء صاحبہ کا بلاگ میں نے پڑھا ہے واقعی اچھی تحریر ہے،انھوں نے یہاں بھی جو میڈیا کے حوالے سے بات کی ہے وہ بہت معقول ہے اگر میڈیا اردو کے تئیں سنجیدہ ہوجائے تو کیا بات۔ بھائی عبد المناف صاحب کی اس رائے سے متفق ہوں کہ ’’ہندستان کی حکومت خواہ کچھ کر لے وہ اردو جیسی مستحکم زبان کو ختم نہیں کر سکتی‘‘۔

آپ احباب کا شکریہ۔جلد حاضر ہوں گا

8۔عالم آرا نے کہا ہے:

July 14, 2010 بوقت pm5:0

السلام علیکم منظور قاضی بھائی اور باقی سب حضرات!

منظور بھائی آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری عزت افزائی کی۔ ورنہ 'من آنم کہ من دانم' مجھے صرف یہ دکھ ہوتا ہے کہ ہم اپنی زبان، اپنے کلچر اور اپنی اقدار سے اتنی بے رخی کیوں برتتے ہیں۔ اپنی زبان میں لکھنا، بات کرنا شرمندگی کا باعث کبھی نہیں ہوتی جبکہ آپ اپنوں کے درمیان ہوں کہ زبان کوئی بھی ہو آپ کی شناخت ہے۔ اور اپنی شناخت سے جڑے رہنا ہم سب کا فرض۔ ایک بار پھر آپ سب کے تبصروں اور خلوص کے لئے شکر گزار

9۔ ظفر قابل نے کہا ہے:

July 14, 2010 بوقت pm11:10

محترم ڈاکٹر اکرام

آپ کا گذشتہ بلاگ بھی میں نے بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا اور یہ بلاگ بھی دیکھ رہا ہوں۔ میری ناقص رائے میں زبان اردو کا ہر طرف ایک ہی حال ہے اور بڑی وجہ روزگار کی زبان نہ ہونا ہے لیکن جہاں تک بول چال کا استعمال ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی۔ یہ بھی درست ہے کہ ہندستان میں دیوناگری خط کا استعمال عام ہے لیکن وہاں کے اکثر اردو کے پرچے میری نظر سے گزرتے ہیں جو نہایت شاندار ہیں بعض پرچے اتنے اچھوتے شہروں کے ہوتے ہیں جن کے ہم نے نام بھی نہیں سنے ہوتے لیکن معیار میں کسی بڑے شہر کے پرچے سے کم نہیں ہوتے۔ میرے خیال میں ہندستان سے جتنے اردو ادبی پرچے نکل رہے ہیں اتنے پاکستان سے بھی نہیں نکل رہے۔ ہندستان میں شاید صورت حال ٹھیک نہیں تھی جب تک کتابت کا زمانہ تھا تاہم اب جبکہ کمپیوٹر کمپوزنگ ہو رہی ہے ہر جگہ اور چھوٹے بڑے شہروں سے اردو کے پرچے نکل رہے ہیں۔

10۔ صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

July 15, 2010 بوقت am12:44

ماہنامہ ''شاعر۔ممبئی'' (مئی۔ 2002ء) کے کالم ''مکتوبات'' سے استفادہ (مکتوب نگاران : محمود شیخ ، مدھیہ پردیش۔ظہیر آفاق ، مدراس) عموماً کہا جاتا ہے کہ ہندستان میں اردو مر رہی ہے۔جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔یہ دراصل دورِ حاضر کے ہندستانی مسلمانوں کی اپنی سوچ ہے جن کی سیاسی ،سماجی اور علمی شناخت مردہ سی ہوگئی ہے۔ہندستانی مسلمانوں کی مثال اس نوجوان کی سی ہے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ملازمت کے لیے سرگرداں اور پریشان ہے۔قصور زبان اور تہذیب کا نہیں ،معاشرتی ناہمواریوں کا ہے اور معاشرہ اپنے افراد سے بنتا بگڑتا ہے۔جس دن ہندستانی مسلمانوں کی قومی شناخت مکمل ہوگئی اُس دن زبان وادب کو بھی استحکام حاصل ہوگا اور جس دن ہندستان سے فرقہ پرستی کا بخار اُترے گا ، بہت سے ذہنی آسیب بھی اُتر جائیں گے۔زبان کا تعلق مذہب سے نہیں ہے۔یہ تو کسی دل جلے نے کہا ہے کہ ''زبان کو تباہ کردو،قوم تباہ ہوجائے گی''۔سنسکرت تباہ ہو گئی ،کیا ہندو مذہب تباہ ہو گیا؟ کیا ہندو قوم ختم ہو گئی؟ ہندستان میں اردو زبان کے خلاف بزدلانہ سازشیں ضرور ہو رہی ہیں اور وہ بھی کھلے عام نہیں بلکہ پسِ پردہ۔لیکن تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے۔

ٹی وی کے ہندستانی قومی چینل کی ہندی خبروں میں اردو کے الفاظ،ٹی۔وی کے بہت سارے سیریلز (Serials) کے اردو نام (Titles) ،اردو مکالمے،اردو اشعار،اردو نغمے اور بعض کہانیوں میں بہترین اردو ادبی زبان مثلاً : بہورانیاں ،آشیانہ، وراثت ،تنہائیاں وغیرہ۔سونے پہ سہاگہ یہ کہ ممبئی کی سو فیصد ہندی فلموں میں اردو کا بھرپور غلبہ (full swing domination)۔ہندی فلموں کے اردو ٹائیٹلز،اردو محاورے،اردو نغمے اور بہت کچھ۔

ٹی۔وی کے تمام اشتہارات (Ads) میں اردو جملے ،مثلاً : گندگی ہے یہاں اور صفائی ہے یہاں،دھلائی در دھلائی۔

علاوہ ازیں بہت سے غیر اردو دانوں کی سیاسی تقاریر میں اردو الفاظ اور محاورے۔کیا

کسی میں اتنی ہمت ہے کہ ان تمام شعبوں سے، ان تمام طبقوں سے اردو کو نکال باہر کرے؟

اردو ادب کا ہندستانی قاری اگر کم ہو رہا ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اردو کے قلمکاروں، تخلیق کاروں نے تفریحی ادب کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیات جیسے علمیت کے دورِ جدید نے گذشتہ قدریں فراموش کر دی ہیں۔ گلشن نندہ، دت بھارتی، عادل رشید، ابن سعید، شکیل جمالی، اکرم الہ آبادی، سلامت علی مہدی، اظہار اثر، واجدہ تبسم، سراج انور کے نام آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہیں۔

ابن صفی نے تو اپنے جاسوسی ادب کے ذریعے نہ صرف تین نسلوں کو متاثر کیا بلکہ اردو داں بھی بنایا۔ فریدی، عمران، حمید، قاسم، جولیا، صفدر، فیاض، سلیمان، سنگ ہی، تھریسیا جیسے کردار آج بھی پڑھنے والوں کو بخوبی یاد ہیں۔ مظہر الحق علوی نے الیکزنڈر ڈوما اور رائڈر ہیگڈر کے معروف انگریزی ناولوں کے خوبصورت تراجم ہی پیش نہیں کیے بلکہ اردو ادب کے نئے ہندستانی قاری بھی فراہم کیے تھے۔ صادق حسین سردھنوی، نسیم انہونی، رئیس احمد جعفری، اے۔ آر۔ خاتون، زبیدہ خاتون کے ناولوں کے پڑھنے والوں کی تعداد، منٹو، بیدی اور کرشن چندر سے کسی طرح کم نہیں رہی۔ ایم۔ اسلم نے سینکڑوں افسانے، ناول لکھے اور ''مرزا جی لوکی والے'' جیسا معرکۃ الآرا کردار اردو زبان و ادب کو دیا۔ ادارہ شمع دہلی نے کئی تفریحی رسائل کے ذریعے اردو زبان و ادب کی خدمت کی۔ فلمی و ادبی رسالہ ''شمع''، جاسوسی ماہنامہ ''مجرم''، بچوں کا ماہنامہ ''کھلونا''، ادبی تفریحی رسالہ ''شبستاں'' وغیرہ۔

11۔ منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 20, 2010 بوقت pm7:03

اس بلاگ میں صفدر ہمدانی صاحب کا تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے، ممکن ہے کہ ڈاکٹر خواجہ اکرام اس تبصرے ہی کو آگے بڑھائیں اور یہ لکھیں کہ آج کل بھارت کی دنیائے اردو میں کون سے شاعر اور ادیب مشہور اور مقبول ہیں اور انہوں نے اردو کے لیے کیا کارنامے سرانجام دیے۔ وہ یہ بھی بتائیں کہ کیا ماہنامہ شاعر، شمع، مجرم، کھلونا اور شبستاں نام

کے اردو رسالے ابھی تک زندہ ہیں۔ (میں نے سنا ہے کہ شمع دہلی کے سر پرست تو کبھی کے دو کان اپنی بڑھا گئے)۔ڈاکٹر خواجہ اکرام یہ بھی بتائیں کہ ان کے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کا کیا موضوع تھا؟

بہر کیف: ہم منتظر ہیں

☆☆☆

تعمیل حکم

ڈاکٹر خواجہ اکرام۔ دلی، بتاریخ July 4, 2010

انتہائی محترم بھائی منظور قاضی کی حکم کی تعمیل میں چند سطور لکھ رہا ہوں لیکن دو دن کی تاخیر کے لیے معذرت پیش کرتا ہوں۔حکم یہ تھا ”ہندوستان میں اردو کی ترویج اور اردو فانٹ کی مقبولیت اور تعلیم کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ لکھا کریں“ اللہ کا شکر کہ ہندستان میں تمام تر لسانی تعصّبات کے بعد بھی اردو کا چلن موجود ہے۔ بات اب یہ ٹھہری ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ ہندستان کے تمام مسلمان اردو بھی نہیں جانتے۔ صرف شمالی ہندستان میں (جسے عرف عام میں کاؤ بیلٹ کہا جاتا ہے) ایسے لوگ کثرت سے مل جاتے ہیں جو اردو پڑھنا جانتے ہیں۔لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو بی۔اے یا ایم۔اے کی

سطح تک اردو پڑھتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اب تک اردو زبان کو معاش سے جوڑنے کی سرکاری اور غیر سرکاری طور پر موثر کوشش نہیں کی گئی ہے۔ حکومت نے چند سرکاری ادارے کھول دیئے ہیں۔ تاہم حکومت کی جانب سے اردو زبان کو مطلوبہ مراعات حاصل نہیں ہیں۔ لیکن یہ اردو کا ہی دم خم ہے کہ اپنے بل بوتے اب تک نہ صرف زندہ ہے بلکہ میڈیا اور فلم کے لیے ضرورت کی زبان ہے۔ یہ اردو زبان کی چاشنی اور اس کی دل پذیری ہے کہ اردو دشمن بھی جب اچھی زبان بولنے کی کوشش کرتے ہیں تو اردو کا ہی سہارا لیتے ہیں۔

اردو کو ہندستان میں میڈیا اور فلم زندہ رکھے ہوئے ہے لیکن تعلیمی سطح پر مدارس اسلامیہ ہیں، جہاں اردو ذریعۂ تعلیم ہے، اس لیے مدارس اسلامیہ ایک بڑا سورس ہے جہاں اردو پنپ رہی ہے اور ایسے گھرانوں میں بھی اردو پڑھی اور لکھی جا رہی ہے جہاں لوگ اسے اپنی تہذیبی علامت سمجھتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہندستان میں اردو کی صورت حال بہت اطمینان بخش نہیں ہے۔ اردو جو پہلے سرکاری زبان تھی اب اس کا شمار علاقائی زبان میں ہونے لگا ہے اور واقعی اب یہ کچھ علاقوں تک محدود ہوتی جا رہی ہے۔ مگر ہندستان کے تناظر میں اردو کے حوالے سے ایک اور خصوصیت سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ اردو کو اب تک لوگ نرم و نازک اور شیریں زبان کے طور پر جانتے ہیں لیکن یہ تو سخت جان بھی ہے۔ اگر یہ سخت جان نہ ہوتی تو کب کو اس زبان کا دائرہ سمٹ چکا ہوتا۔ مزید تفصیلات جلد ہی۔

تبصرے برائے ''تعمیل حکم''

1۔ عبدالمناف نے کہا ہے:

July 4,2010 بوقت pm10:57

برادر محترم جناب خواجہ اکرام! ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا آپ کی تحریر بہت معلوماتی ہے جس نے تشنگی کو خوب بھڑکا دیا ہے، اب مزید تفصیلات کا بے چینی سے انتظار

ہے۔

اگر چہ موضوع سے کچھ ہٹ رہا ہوں لیکن صرف موازنہ کے لیے عرض ہے کہ پاکستان میں اگر چہ اس سلسلہ میں وہ تعصب نہیں جو ایک ہندو اکثریت کے ملک میں درپیش ہے لیکن پھر بھی یہاں اردو کی ترقی کے لیے وہ کام نہ ہوا جو ہونا چاہیے تھا، میری ناقص رائے میں اس کی وجہ وہی ہے جو آپ نے ہندستان کے سلسلہ میں تحریر فرمائی ہے کہ:

''اب تک اردو زبان کو معاش سے جوڑنے کی سرکاری اور غیر سرکاری طور پر کوشش نہیں کی گئی ہے''

شاید اردو زبان کی ترقی یا اس کی خدانخواستہ ناپیدگی کا دارومدار اسی ایک امر کے کرنے یا نہ کرنے میں پوشیدہ ہے۔

2۔ نگہت نسیم نے کہا ہے:

July 5,2010 بوقت pm12:42

اکرام بھائی واہ زبردست موضوع ہے اور آپ کا انداز بیاں سادہ اور دلنشین ... آپ نے ایک جملہ میں اردو کی عمرِ خضر کی تعریف کر دی کہ اردو کو اب تک لوگ نرم و نازک اور شیریں زبان کے طور پر جانتے ہیں لیکن یہ تو سخت جان بھی ہے۔ اگر یہ سخت جان نہ ہوتی تو کب کے اس زبان کا دائرہ سمٹ چکا ہوتا ... بلاشبہ ایسا ہی ہے بھائی ...

اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے ...

3۔ شمس جیلانی نے کہا ہے:

July 5,2010 بوقت am49:2

خواجہ اکرام صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے اچھا کیا کہ ہم سب کے بزرگ محترم جناب منظور قاضی کے حکم کی تعمیل کی اور ہندستان میں اردو کی حالت زار کے بارے میں باخبر کیا۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی، جو بات پہلے میرے علم نہ تھی کہ وہاں اسلامی مدرسوں میں ابھی تک اردو ذریعہ تعلیم ہے۔ کیونکہ جتنا بڑا اسلامی ذخیرہ، ترجموں، اصل تصنیفات اور تالیفات کی شکل میں اردو

زبان میں ہے وہ دنیا کی اور کسی زبان میں نہیں ہے۔ جب ہندستان میں یہ تحریک اردو کے ایک خیر خواہ چلا رہے تھے کہ اردو کا رسم الخط بدل کر رومن کر دیا جائے تو میں نے اس کی مخالفت اسی بنا پر کی تھی کہ اگر رسم خط بدلا گیا تو یہ اسلامی ذخیرہ ضائع ہو جائے گا۔ اور ایک طویل مضمون لکھا تھا کہ ''اصل میں اردو رسم الخط کا نام ہے'' یہ رسم الخط تسبیح یا مالا کا وہ دھاگہ ہے جس میں دنیا کی تمام زبانوں سے موتی لے کر ان کو ایک جگہ پرو کر اردو زبان کو جنم دیا گیا ہے۔ میرا یہ مضمون ابھی تک ہندستان اور پاکستان کی بہت سی ویب پر لگا ہوا۔ اردو وہ بدقسمت زبان ہے جو مفت میں سیاست کی نذر ہو گئی اور مسلمانوں کی زبان قرار دے کر ماری گئی۔ اگر ذرا سا آپ غور سے دیکھیں گے تو تاریخ میں نظر آئے گا کہ سوائے انگریزوں کے تھوڑے سے دور کے اس کو کبھی بھی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں رہی کیونکہ وہ اپنی آسانی کے لیے پورے ہندستان کو ایک زبان دینا چاہتے تھے تاکہ وہ بھی اسے سیکھ لیں اور انہیں ان کی بات سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی رہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے اردو کا پہلا کالج فورٹ ولیم کے نام سے قائم کیا پھر ان ہی کے ایما پر کئی ریاستوں نے اردو کو اپنایا۔ ورنہ تو صورت حال یہ تھی کہ پہلے اردو کے شاعر علی قلی خان اور آخری بادشاہ اور شاعر بہادر علی شاہ ظفر تھے جبکہ دونوں کی درباری زبان فارسی تھی۔ یہ پیدا بھی حکومتوں کی سرپرستی کے بغیر ہوئی اور زندہ بھی انشا اللہ حکومتوں کی مخالفتوں کے باوجود رہے گی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی اقوام متحدہ کی بڑی زبانوں کی فہرست میں شامل ہے اور اس کا نمبر پانچواں ہے۔

4۔ منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 5,2010 بوقت pm10:45

ڈاکٹر خواجہ اکرام اپنے علم کی وجہ سے مجھ سے انتہائی اونچے مقام پر ہیں (یہی رتبہ جناب شمس جیلانی کا ہے) اس لیے میں ایک کم علم انسان کی حیثیت سے ان علماء کو حکم تو درکنار آپ کے سامنے کسی قسم کی التجا کرتے ہوئے ہچکچاتا ہوں۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے ہندوستان میں اردو کی بقا اور اردو رسم الخط کے متعلق بہت اہم باتیں لکھی ہیں۔ شمس جیلانی صاحب نے صحیح کہا ہے کہ اردو کی شناخت اس کے اردو رسم الخط سے ہے۔ اگر اردو، رومن

میں لکھی جائیگی تو اس کا بھی وہ حشر ہوگا جو ترکی زبان کا ہوا ہے۔ افسوس کہ ترکوں نے قرآن کو بھی (رومن) ترکی رسم الخط میں تبدیل کر دیا۔ ہندستان میں اردو اور خاص طور پر اردو (فارسی) رسم الخط کی اتنی مایوس کن حالت پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ پاکستان میں تو کم از کم پاکستان کے صوبوں کے افراد جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اردو ہی میں بات چیت کرتے ہیں اور اگر ایک دوسرے سے مراسلت کرتے ہیں تو اردو رسم الخط ہی میں کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ افراد بھی جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے وہ اردو میں اپنی شاعری اور ادب کے کمال کا مظاہرہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندستان کے اسلامی مدرسوں میں بچوں اور بچیوں کو اردو اور عربی رسم الخط پڑھنا (اور ہوسکتا ہو لکھنا بھی) سکھایا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ علم ان بچوں اور بچیوں کے لیے روزی کمانے کا ذریعہ نہیں بنتا۔ اس کے باوجود ہندستان میں پڑھنے والے اردو کے ادیب اور شعرا بھی اپنی شاعری اور اپنے ادب کا مظاہرہ دنیا کے سامنے کر رہے ہیں۔

خواجہ اکرام صاحب! ہندستان میں اردو کی بقا اور ترقی کے لیے جو کام ہو رہا ہے اس پر مزید کچھ روشنی ڈالیں تو ہم سب کے علم میں مزید اضافہ ہوگا۔

میں نے اردو زبان ہی میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن انڈیا سے بی اے کیا ہے۔ ان دنوں اس جامعہ میں دارالترجمہ اردو بھی تھا جو ہر زبان کے الفاظ اور اصطلاحات کو بڑی تیزی اور بڑی خوبی کے ساتھ اردو میں تبدیل کر رہا تھا۔ چند سال پہلے میں جب اپنی مادر علمی جامعہ عثمانیہ گیا تھا تو دیکھا کہ جامعہ کی عظیم الشان عمارت پر جگہ جگہ شہد کی مکھیوں کے چھتے تھے اور جدھر دیکھو ادھر ہندی اور مرہٹی اور تلگو اور کنڑی زبانوں والے طلبا انگریزی اور دیوناگری میں بہت کچھ سیکھ رہے تھے۔ پتہ نہیں چلا کہ اردو کہاں گم ہو گئی تھی۔

ہندستان میں اردو کے حال اور مستقبل کے بارے میں خواجہ اکرام کے مزید خیالات اور تاثرات پڑھنے کا انتظار رہے۔

5۔ منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

July 10,2010 بوقت am10:27

میں ڈاکٹر خواجہ اکرام کے مزید تبصروں کا منتظر ہوں۔ ہم سب کو ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے اور بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ خاص طور پر بھارت میں اردو کے مستقبل کے لیے وہ اور ان کے رفقا جو کام کر رہے ہیں ان کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ کیا وہ اپنی یونیورسٹی کے اردو زبان کے طلبا کو عالمی اخبار میں یونی کوڈ سے اردو لکھنے کی تاکید کر رہے ہیں؟ کیا وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو یونی کوڈ سکھا رہے ہیں؟

بہت ساری مفید باتیں خواجہ اکرام صاحب سے اردو زبان (فارسی رسم الخط) کی بھارت میں بقا اور ترویج اور ترقی کے بارے میں معلوم کرنی ہیں۔

☆☆☆

شاعری میں محاوروں کا استعمال

آصف احمد بھٹی۔ کویت، بتاریخ October 10, 2010

السلام علیکم احباب محفل،

اب جبکہ بات محاوروں تک آ پہنچی ہے تو ایک انوکھا خیال دل میں سمایا ہے، ''داغ'' نے اپنی شاعری میں دل کھول کر اردو کے محاورے استعال کئے ہیں۔ کیوں نہ اِس بلاگ میں ہم ''داغ'' کے اور تمام اساتذہ کے ایسے اشعار جمع کریں جن میں محاوروں کا استعمال ہوا ہے؟

''اُو پری دل سے'' ہی اِس دل کے خریدار بنو
جس کو تم لو گے اُسی چیز کو دُنیا لے گی

(داغؔ)

بگڑتے ہو عبث، رہ جاؤ گے ''اپنا سا منہ لے کر''
اگر آئینہ ''منہ پہ صاف کہہ بیٹھا'' صفائی سے

(داغؔ)

اُوپر کے دونوں اشعار میں تین محاورے استعمال ہوئے ہیں۔

1۔اُوپری دل سے

2۔اپنا سا منہ لے کر

3۔منہ پہ صاف کہہ بیٹھا

تبصرے برائے ''شاعری میں محاوروں کا استعمال''

1۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 10, 2010 وقت 4:22pm

تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے
ہاتھ لا اُستاد کیوں کیسی کہی

آپ کے سر کی قسم داغؔ کو پروا بھی نہیں
آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا

غیر کی محفل میں مجھ کو مثلِ شمع
آٹھ آٹھ آنسو رلایا آپ نے

2۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 10, 2010 وقت 4:28pm

امام احمد رضا خاں کے حوالے سے میں نے ایک تحقیقی مضمون میں پڑھا تھا کہ محاورے کی برجستگی اور استعارے کا حسن دیکھنا ہو تو ''حدائق بخشش'' کی ان کی پہلی ہی نعت پر غور کیجیے جس کا مطلع ہے

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اس نعت میں 25 اشعار ہیں جن میں 28 محاورے استعمال ہوئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔عطا کے دھارے چلنا
2۔سخا کے تارے کھلنا
3۔پھر پر اڑنا
4۔غیر کا منہ دیکھنا
5۔قدموں میں ہونا
6۔نظروں پہ چڑھنا
7۔دامن میں چھپنا
8۔آنکھیں ٹھنڈی ہونا
9۔جگر تازہ ہونا
10۔جان سیراب ہونا
11۔پتا سا اڑنا
12۔پلہ ہلکا ہونا
13۔بھاری بھروسہ ہونا
14۔مفت پلنا
15۔ٹکڑوں پہ پلنا
16۔غیر کی ٹھوکر پہ ڈالنا
17۔جھڑکیاں کھانا
18۔خوار ہونا
19۔دل کے میل دھلنا
20۔دل میلا نہ کرنا
21۔منہ تکنا
22۔قدموں پہ مٹنا
23۔جماعت میں لینا
24۔عطیہ پھرنا
25۔در پہ مرنا
26۔جام چھلکنا
27۔جوت پڑنا
28۔نور چھننا۔

واہ! کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرا تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں
سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا
دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے

پل ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمّا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا
میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
کس کا منہ تکیے کہاں جایئے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا
تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
موت سنتا ہوں سِتم تلخ ہے زہرا بہ ناب
کون لادے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا
دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے بے کس و تنہا تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

3۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

October 10, 2010وقت pm6:55

صنفِ نازک اگر نہ ہوتی ظفر
خاک میں کائنات مل جاتی

●●●

جب تک ہے شمع روشن ہیں دیوانے
جب شمع بجھے گی تو پروانے ہوا ہوں گے

●●●

دیکھتا ہے جو راہزن کی ہوس
وہ کلیجہ کو تھام لیتا ہے

●●●

میر انیس نے سب سے زیادہ محاورے استعمال کیے ہیں۔

4۔عبدالمناف نے کہا ہے:

October 10, 2010وقت pm7:54

لائی حیات آئے ''قضا لے چلی'' چلے

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے ''دل لگے''
پر کیا کریں جو کام نہ بے ''دلگی'' چلے
کم ہوں گے اس بساط پر ہم جیسے بدقمار
جو ''چال ہم چلے'' وہ نہایت بُری چلے
ہو ''عمرِ خضر'' بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے
لیلیٰ کا ناقہ دشت میں ''دکھلاتا ذوق شوق''
سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے
نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے
دنیا نے کس کا راہِ فنا میں ''دیا ہے ساتھ''
تم بھی چلے چلو یوں ہی جب تک چلی چلے
''جاتے ہوائے شوق میں'' ہیں اس چمن سے ذوقؔ
''اپنی بلا سے'' بادِ صبا اب کبھی چلے

5۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 10, 2010 وقت 11:47pm

بلاگ کا موضوع کافی وسیع ہے جس پر لکھنے والے کتابیں تصنیف کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ظفر جعفری صاحب نے کہا ہے کہ میر انیس نے سب سے زیادہ محاورے استعمال کیے ہیں۔ اگر انیس و دبیر کے اشعار ہی یہاں لکھ دیے جائیں تو یہ بلاگ طویل تر ہو جائے گا۔

جناب صفدر ہمدانی نے امام احمد رضا خان کی صرف ایک نعت میں اٹھائیس محاوروں کی نشاندہی کی۔ اسی طرح عبدالمناف غلزئی صاحب نے ذوقؔ کی صرف ایک غزل

میں کئی ایک محاوروں کی نشاندہی کی۔ آصف احمد بھٹی صاحب نے داغ کے چند اشعار جن میں محاورے استعمال ہوئے ہیں اس بلاگ کی تمہید میں پیش کیے۔ میں بھی داغ ہی کے اشعار اس بلاگ میں لکھ سکتا ہوں جن میں (میرے خیال میں) محاورے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر:

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنے

●●●

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

●●●

ہوش و حواس، تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

●●●

خوش نوائی نے رکھا ہم کو اسیر اے صیاد
ہم سے اچھے رہے صدقے میں اترنے والے

●●●

دی موذن نے شبِ وصل اذاں پچھلی رات
ہائے کم بخت کو کس وقت خدا یاد آیا

●●●

لیجیے سنیے اب افسانۂ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

●●●

ہم ایسے محو نظارہ نہ تھے کہ ہوش آتا
مگر تمھارے تغافل نے ہوشیار کیا

●●●

بھنویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے جو وہ یوں بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

●●●

مثل سنی ہے کہ ملنے سے کوئی ملتا ہے
ملو تو آنکھ ملے، دل ملے، نگاہ ملے

●●●

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغؔ نام نہیں

●●●

داغؔ کی شامت جو آئی اضطراب شوق میں
حال دل کمبخت نے سب ان کے منہ پر رکھ
دیا

●●●

کیوں کر اب اس نگہِ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

یہ تو صرف چند مثالیں تھیں جن کو میں نے پیش کیا ہے ورنہ داغؔ کا سرمایۂ سخن

محاوروں کی متمول جہان بسیط ہے۔ بعد میں کبھی مزید مثالیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایک ضروری بات کا خیال رہے کہ اس بلاگ کو صرف ''داغؔ اور تمام اساتذہ'' کے اشعار تک محدود نہ کرتے ہوئے ''جدید شعرا'' کے اشعار جن میں محاورے استعمال کیے گئے ہیں کو بھی شامل کر دیں تو میرے خیال میں اس بلاگ کی افادیت بڑھ جائے گی۔

فرازؔ اور عرشیؔ صاحبہ اور فیضؔ اور دوسرے جدید شعرا کے اشعار میں بھی کافی محاورے موجود ہیں جو اب سند کی حیثیت رکھتے ہیں؛ خود صفدر ہمدانی صاحب کا یہ شعر بھی بہت خوب ہے کہ:

ان کی نظروں کی سمت دیکھا تھا
بس وہیں رہ گئیں آنکھیں مری

اس شعر میں محبوب کی نظروں کی سمت دیکھنے پر دیکھنے والے کی آنکھوں کا رہنا، ایک قابل تعریف ترکیب ہے۔ داغؔ نے بھی اپنے اس شعر میں کہ:

مثل سنی ہے کہ ملنے سے کوئی ملتا ہے
ملو تو آنکھ ملے ، دل ملے ، نگاہ ملے

اس شعر میں بھی آنکھ ملے کے ساتھ ساتھ نگاہ ملے جیسی ترکیب استعمال کی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

میں فی الوقت یہ تبصرہ یہیں پر ختم کرتے ہوئے آصف احمد بھٹی صاحب کو شکریہ کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اردو کے محاوروں پر ایک انتہائی معلوماتی کتاب بھی لکھی اور اب اس بلاگ میں بھی شعر و شاعری کا سلسلہ جاری رکھ کر اردو زبان سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔

داغؔ ہی نے کہا ہے کہ:

کعبہ کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

کچھ تازگی لذتِ آزار کے لیے
ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے
سُن کر مرا فسانۂ غم اُس نے یہ کہا
دو چار جھوٹ سچ یہی خوبی زباں کی ہے
اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

6۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 11, 2011بوقت5:36am

السلام علیکم

ہم نے دیکھا ہی نہیں ناصح سا کوئی بیوقوف
اُوندھی پیشانی کا ، اُوندھی کھوپڑی کا آدمی

(نامعلوم یا داغؔ)

سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغؔ
ایک ہی اپنے نام کا نکلا

(داغؔ)

1۔اُوندھی پیشانی کا

2۔اوندھی کھوپڑی کا

3۔ایک ہی اپنے نام کا نکلا

7۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 11, 2011بوقت5:46am

السلام علیکم

کاش مل جائے تیرا سایۂ دیوار ہمیں
''اوڑھنا کیا ہے''فقیروں کا''بچھونا کیا ہے''

(داغؔ)

اب ''متاعِ دل'' پرانی ہو گئی
''اُونے پونے''بیچ ڈالیں گے اِسے

(داغؔ)

تم کو چاہا تو خطا کیا ہے؟ بتا دو مجھ کو
دوسرا کوئی تو ''اپنا سا'' دکھا دو مجھ کو

(داغؔ)

8۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

October 11, 2011بوقتpm4:35

اب ملاقات کہاں شیشے سے پیمانے سے
''فاتحہ پڑھ'' کے چلے آتے ہیں میخانے سے

•••

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس ''جینے کے ہاتھوں مر چلے''

9۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

October 11, 2011بوقتpm8:58

فرازؔ نے دو غزلیں ایک ہی ردیف (دیکھتے ہیں) مگر دو مختلف قافیوں (کر کے، ٹھہر کے، ہنر کے) اور اس کے بعد (غزل کے، چل کے، نکل کے) کے ساتھ لکھی ہیں۔ ان دونوں غزلوں میں فرازؔ کی محاورہ بندی کا کمال موجود ہے جسے محسوس کر کے فرازؔ کے خداداد صلاحیت پر مرحبا، سبحان اللہ اور ماشا اللہ کہنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ میں اس

بلاگ میں فراز کی ان دونوں غزلوں کے اشعار جن میں محاوروں کی چاشنی موجود ہے پیش کر رہا ہوں:

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے ربط ہے اس کو خراب حالوں سے
سو اپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے درد کی گاہک ہے چشمِ ناز اُس کی
سو ہم بھی اس کی گلی سے گذر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے اس کو بھی ہے شعر و شاعری کا شغف
سو ہم بھی معجزے اپنے ہنر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے رات اسے چاند تکتا رہتا ہے
ستارے بامِ فلک سے اُتر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے دن کو اسے تتلیاں ستاتی ہیں
سنا ہے رات کو جگنو ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے حشر ہیں اس کی غزال سی آنکھیں
سنا ہے اس کو ہرن دشت بھر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے رات سے بڑھ کر ہیں کاکلیں اس کی
سنا ہے شام کو سائے گزر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے اس کی سیاہ چشمگی قیامت ہے
سو اُس کو سرمہ فروش آہ بھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کے لبوں سے گلاب جلتے ہیں
سو ہم بہار پہ الزام دھر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے آئینہ تمثال ہے جبیں اس کی
جو سادہ دل ہیں اسے بن سنور کے دیکھتے ہیں
سنا ہے جب سے حمائل ہیں اس کی گردن میں
مزاج اور ہی لعل و گہر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے چشمِ تصور سے دشتِ امکاں میں
پلنگ زاویے اس کی کمر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے اس کے بدن کی تراش ایسی ہے
کہ پھول اپنی قبائیں کتر کے دیکھتے ہیں
وہ سرو قد ہے مگر بے گل مراد نہیں
کہ اس شجر پہ شگوفے ثمر کے دیکھتے ہیں
بس اک نگاہ سے لٹتا ہے قافلہ دل کا
سو رہروانِ تمنا بھی ڈر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے اس کے شبستاں سے متّصل ہے
بہشت
مکیں اُدھر کے بھی جلوے اِدھر کے دیکھتے ہیں
رکے تو گردشیں اس کا طواف کرتی ہیں
چلے تو اس کو زمانے ٹھہر کے دیکھتے ہیں
کسے نصیب کہ بے پیرہن اسے دیکھے
کبھی کبھی در و دیوار گھر کے دیکھتے ہیں
کہانیاں ہی سہی سب مبالغے ہی سہی

اگر وہ خواب ہے تعبیر کر کے دیکھتے ہیں
اب اس کے شہر میں ٹھہریں کہ کوچ کر جائیں
فرازؔ آؤ ستارے سفر کے دیکھتے ہیں

یہ تھی فرازؔ کی محاوروں سے مزیّن غزل اب اس کی دوسرے غزل بھی پڑھ لیجئے اور سر دھنیے:

ابھی کچھ اور کرشمے غزل کے دیکھتے ہیں
فرازؔ اب ذرا لہجہ بدل کے دیکھتے ہیں
جدائیاں تو مقدّر ہیں پھر بھی جانِ سفر
کچھ اور دور ذرا ساتھ چل کے دیکھتے ہیں
رہِ وفا میں حریفِ خرام کوئی تو ہو
سو اپنے آپ سے آگے نکل کے دیکھتے ہیں
تو سامنے ہے تو پھر کیوں یقیں نہیں آتا
یہ بار بار جو آنکھوں کو مل کے دیکھتے ہیں
یہ کون لوگ ہیں موجود تیری محفل میں
جو لالچوں سے تجھے، مجھ کو جل کے دیکھتے ہیں
یہ قُرب کیا ہے کہ یکجاں ہوئے نہ دُور ہوئے
ہزار ایک ہی قالب میں ڈھل کے دیکھتے ہیں
نہ تجھ کو مات ہوئی ہے نہ مجھ کو مات ہوئی
سو اب کے دونوں ہی چالیں بدل کے دیکھتے ہیں
یہ کون ہے سرِ ساحل کہ ڈوبنے والے
سمندروں کی تہوں سے اچھل کے دیکھتے ہیں
ابھی تلک تو نہ کندن ہوئے نہ راکھ ہوئے

ہم اپنی آگ میں ہر روز جل کے دیکھتے ہیں
بہت دنوں سے نہیں ہے کچھ اس کی خیر خبر
چلو فرازؔ کو، اے یار چل کے دیکھتے ہیں

فرازؔ کے کلام میں محاوروں کے استعمال کا کمال موجود ہے؛ حق مغفرت کرے فرازؔ اردو کا ایک عظیم شاعر تھا۔ فرازؔ، محسنؔ احسان اور فیض جیسے شاعروں کی مادری زبان اردو نہیں تھی مگر انہوں نے اردو کے محاوروں کو اس خوبصورتی اور کمال سے اپنی کلام میں جگہ دی کہ قلعہ معلیٰ اور دلّی اور لکھنؤ اور حیدر آباد دکن کے اردو داں افراد بھی ان کی شاعری کو سن کر اور پڑھ کر سبحان اللہ، ماشا اللہ اور مرحبا کہا کرتے ہیں۔

میرے خیال میں اردو کا جادو ہی ایسا ہے کہ اس کے عاشق اس سے دیوانہ وار محبت کرنے لگتے ہیں۔

10- آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت am5:15

السلام علیکم

جناب منظور قاضی، سبحان اللہ، آپ نے تو بلاگ کو چار چاند لگا دیئے ہیں، اور پھر فرازؔ کی جو دو غزلیں آپ نے یہاں لکھی ہیں وہ میری ہمیشہ سے بہت ہی پسندیدہ رہی ہیں، فرازؔ محسن احسان اور فیض احمد فیضؔ کے بارے میں آپ نے جس سچائی کا ذکر کیا وہ یقیناً سچ ہے میں بس ایک اور نام کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا، اردو آپ کی بھی مادری زبان نہیں تھی مگر آپ بھی رشک ریختہ تھے۔ داغؔ نے کہا تھا اور کیا سچ کہا تھا۔ ع

آتی ہے اردو زباں آتے آتے

11- جاوید اقبال کیانی نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت am7:38

آصف بھائی، میں اس معاملے میں بالکل کورا ہوں۔ ایسے اشعار یاد ہی نہیں آرہے۔ دماغ پہ، اس کی استطاعت سے زیادہ، زور اس لیے نہیں ڈال رہا کہ کہیں اتنے

سے بھی نہ جاؤں۔ چلتے چلتے ایک شعر ذہن میں آ گیا، شاعر کے بارے میں یقین نہیں، شاید 'داغ' ہی ہوں:

آئینہ دیکھ' اپنا سا منہ لے کے رہ
گئے'
حضرت کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

12۔نگہت نسیم نے کہا ہے:

October 12, 2010بوقت 11:37am

دلّی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصوّر تھے
جو شکل نظر آئی، تصویر نظر آئی

(میر تقی میرؔ)

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا

(ابن انشاؔ)

جب تک گہن میں تھا تو شناسا کوئی نہ تھا
سورج چڑھا تو آئے ہیں کرنے سلام لوگ

(صفدر ہمدانیؔ)

13۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 12, 2010بوقت 11:51pm

اردو محاورات کا تہذیبی مطالعہ۔ دلی سے شائع ہونے والی ڈاکٹر عشرت جہاں ہاشمی کی 234 صفحات کی کتاب ہے جس میں لگ بھگ وہ تمام محاورے ہیں جو اردو شاعری ہی نہیں بلکہ اردو ادب میں استعمال ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عشرت جہاں کی کتاب سے ایک اقتباس۔

''محاورہ ایک طرح سے زبان میں استعاراتی عمل ہے جس میں کہیں تشبیہ کا رشتہ

قائم ہوتا ہے، کہیں تمثیل کا، کہیں تلمیح کا، اِس سے ایک خاص معنی مراد لیے جاتے ہیں یہ معنی مرادی ہوتے ہیں عام لُغت کے تابع نہیں ہوتے جیسے ہم محاورہ کے طور پر ''آگ بگولہ ہونا'' کہتے ہیں اور اُس سے غیر معمولی غصہ اور طیش کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

محاورہ ذہنوں میں ایک تصویر یا مجسم شکل اختیار کر لیتا ہے اور اُس سے وہی معنی سمجھے اور سمجھائے جاتے ہیں جو ایک طرح سے اُس محاورہ کے ساتھ روایت یا ٹریڈیشن کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ زمانہ بہ زمانہ لفظ، استعارہ ،تشبیہ وغیرہ اپنے معنی میں تبدیلیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ الفاظ بھی شکل بدل دیتے ہیں لیکن محاورہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے وہ گویا جہانِ لفظ و معنی میں ایک پتھر کی لکیر کی طرح ہوتا ہے جو صدیوں تک بلکہ ایک ایسے زمانہ تک جس کا تعین مشکل ہے اپنے خدوخال اور نقش و نگار کو قائم رکھتا ہے وہ ٹوٹ سکتا ہے چھوڑا جا سکتا ہے اسی طرح سے محاورے ایک زمانہ کی لفظیات اور زبان کے تہذیبی یا تشبیہ و استعاراتی استعمال کی بعض صورتوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اس معنی میں محاورہ کسی بھی زبان کی صوتیات، لفظیات اور لسانیاتی مطالعہ میں مدد دیتا ہے۔ بہت سی لسانیاتی گُتھیاں کھلتی ہیں سماج کے رویے سمجھ میں آتے ہیں زبان کے ارتقائی مراحل پر نظر داری میں یہ محاورے معاون ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں محاورے ہماری زبان کا ایک نا قابل شکست حصّہ رہے ہیں شہری سطح پر ہو یا قصباتی سطح پر یا دیہات کی سطح پر ہم اِن کے مطالعہ سے اپنی تہذیبی روشوں، شہری رویوں اور اپنے تمدنی مزاج کی تہہ داریوں سے واقف ہو سکتے ہیں''۔

14- آصف احمد بھٹی۔ کویت نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت pm2:30

السلام علیکم

چچا غالبؔ کی ایک غزل مجھے بہت پسند ہے ، بہت سے اشعار میں دلچسپ محاوروں کا استعمال ہوا ہے اور نہایت ہی خوبصورتی سے ہوا ہے۔ لیجئے پڑھیے اور سر دھنیے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا
وائے دیوانگیٔ شوق کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا
جلوہ از بس کہ تقاضائے نگہ کرتا ہے
جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا
عشرتِ قتل گہِ اہل تمنا، مت پوچھ
عیدِ نظّارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بہ صد رنگِ گلستاں ہونا
عشرتِ پارۂ دل ، زخمِ تمنا کھانا
لذت ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

(اسداللہ غالبؔ)

15۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 12, 2010بوقت pm2:34

السلام علیکم
ناصر کاظمی کی ایک خوبصورت غزل لے کر آیا ہوں اُمید ہے پسند آئے گی۔اِس میں بھی اردو کے کچھ محاوروں کو نہایت ہی خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔

نیتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
تو بھی دل سے اتر نہ جائے کہیں
آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں
نہ ملا کر اداس لوگوں سے
حسن تیرا بکھر نہ جائے کہیں
آرزو ہے کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں
جی جلاتا ہوں اور سوچتا ہوں
رائیگاں یہ ہنر نہ جائے کہیں
آؤ کچھ دیر رو ہی لیں ناصرؔ
پھر یہ دریا اتر نہ جائے کہیں

(ناصرؔ کاظمی)

16۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 12, 2010بوقت pm2:44

السلام علیکم

فراز کی یہ غزل بھی نہایت ہی خوبصورت ہے۔

کیوں طبیعت کہیں ٹھہرتی نہیں
دوستی تو اداس کرتی نہیں
ہم ہمیشہ کے سیر چشم سہی
تجھ کو دیکھیں تو آنکھ بھرتی نہیں
شب ہجراں بھی روز بد کی طرح
کٹ تو جاتی ہے پر گزرتی نہیں
شعر بھی آیتوں سے کیا کم ہیں
ہم نے یہ مانا وحی اترتی نہیں
اس کی رحمت کا کیا حساب کریں
بس ہم ہی سے حساب کرتی نہیں
یہ محبت ہے، سن ! زمانے سن!
اتنی آسانیوں سے مرتی نہیں
جس طرح گزارتے ہو فراز
زندگی اس طرح گزرتی نہیں

(احمد فراز)

17۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 12, 2010بوقت2:46pm

السلام علیکم

فراز کی یہ غزل بھی نہایت ہی خوبصورت ہے۔

نہ تیرا قرب نہ بادہ ہے کیا کیا جائے

پھر آج دکھ بھی زیادہ ہے کیا کیا جائے
ہمیں بھی عرضِ تمنا کا ڈھب نہیں آتا
مزاج یار بھی سادہ ہے کیا کیا جائے
کچھ اپنے دوست بھی ترکش بدوش پھرتے ہیں
کچھ اپنا دل بھی کشادہ ہے کیا کیا جائے
وہ مہرباں ہے مگر دل کی حرص بھی کم ہو
طلب، کرم سے زیادہ ہے کیا کیا جائے
نہ اس سے ترکِ تعلق کی بات کر پائیں
نہ ہمدمی کا ارادہ ہے کیا کیا جائے
سلوکِ یار سے دل ڈوبنے لگا ہے فرازؔ
مگر یہ محفلِ اعداء ہے کیا کیا جائے

(احمد فرازؔ)

18۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت pm5:30

میں ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جس نے ریڈیو پاکستان راولپنڈی میں اپنی تعیناتی کے زمانے میں ایک ایسے شاعر کی قربت میں کچھ وقت گزارا جسے فراموش کر کے اردو ادب کا بہت بڑا نقصان کیا گیا ہے۔ یوں تو قومی سطح پر خاص طور پر ادب کے معاملے میں ہمارا معاشرہ بہت ظالم رہا ہے لیکن علاقائی سطح پر بھی شاید ہی کوئی ایسا خوش نصیب ہو جسے اس کے علاقے والوں نے زندہ رکھا ہو۔ راولپنڈی کا خطہ بھی اس سے کوئی الگ نہیں۔ یہاں بھی آج مقیم نوجوانوں کو شاید حاجی یوسف ظفر، احمد ظفر، احمد شمیم، سید فیضی، عزیز ملک، عطا حسین کلیم، طاؤس بانہالی، جمیل ملک اور اسی قد کاٹھ کے کتنے ہی شاعروں ادیبوں کے نام بھی معلوم نہ ہوں۔

جس شاعر کی قربت کا ذکر میں کر رہا ہوں، اس بلاگ میں محاوروں کے حوالے سے وہ مجھے ٹوٹ کر یاد آئے ہیں ان کا نام نامی جعفر طاہر ہے جن کا تعلق یوں تو جھنگ سے تھا لیکن انہوں نے اپنی حیات کا طویل حصہ اور پھر آخری حصہ بھی راولپنڈی میں گزارا اور اسی ناطے سے اس خطے کے اس مرد قلندر کو یاد رکھنا فرض بنتا تھا۔

وہ 1966 میں فوج سے اعزازی کپتان کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے اور پھر کچھ عرصے فوج میں ہی کنٹریکٹ پر کام کرنے کے بعد پنڈی ریڈیو سے فوجی بھائیوں کے پروگرام میں اسکرپٹ رائٹر کے طور پر منسلک ہوئے اور 25 مئی 1977ء کو اسی شہر راولپنڈی میں وفات پائی اور 26 مئی کو جھنگ میں آسودہ خاک ہوئے۔

میں 1975ء میں جب لاہور ریڈیو سے ضیا الحق کی آمد کے بعد شہر بدر کیا گیا تو پہلے ریڈیو تراڑکھل اور پھر راولپنڈی اسٹیشن پر متعین ہوا تو جعفر طاہر سے پہلی بالمشافہ ملاقات ہوئی لیکن میں اس سے قبل ان سے اُن کے اس شعر کے حوالے سے مل چکا تھا ؎

فقیہِ شہر کو حیراں قلندروں نے کیا
گلی گلی نکل آئے علی علی کرتے

جعفر طاہر سے اپنی قربتوں کا ذکر پھر کسی اور وقت کروں گا کہ وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جن کا ذکر کر کے مجھ جیسا کوتاہ قد اپنے قد کو بڑھاتا ہے۔ اس وقت تو اس بلاگ کے حوالے سے یہ عرض کرنا ہے کہ مجھ طالب علم نے اس عہد کے جن شاعروں کا مطالعہ کیا ہے ان میں شاید سب سے زیادہ محاورے کسی نہ کسی رخ سے جعفر طاہر نے ہی استعمال کیے ہیں اور اس پر نہایت عرق ریزی سے کام سلیم تقی شاہ نے کیا ہے جنہوں نے اس مرد قلندر پر ایک نایاب کتاب ''غزلیات جعفر طاہر'' کے نام سے 2008 میں شائع کی ہے جسے مثال پبلی کیشنز فیصل آباد کے برادرم محمد عابد نے طبع کیا اور برمنگھم میں مقیم جرمنی کے نوجوان اور اپنی طرز کے شاعر سجاد حیدر نے گزشتہ دنوں سفر جرمنی کے دوران اپنے حصے کی یہ کتاب نہایت محبت سے مجھے تھمادی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں جعفر طاہر کے ساتھ کچھ وقت گزار چکا

ہوں۔شکریہ سلیم تقی شاہ کا یہ کتاب مرتب کرنے پر،شکریہ بھائی محمد عابد کا اسے طبع کرنے پر اور سب سے زیادہ شکریہ سجاد حیدر کا یہ انمول کتاب مجھے دینے پر۔جعفر طاہر کی شاعری میں محاوروں کے حوالے سے سارا کام بھی سلیم تقی شاہ نے کیا ہے اور اس کا سارا کریڈٹ انہی کو جانا چاہیے۔میں تو فقط ان کی شب وروز کی تحقیق کے کچھ گوشے اس بلاگ کے موضوع کے حوالے سے آپ تک پہنچا رہا ہوں۔یہ سارا تذکرہ حروف تہجی کے حوالے سے ہوگا۔

کبھی تو بام سے آغوش میں ''اُتر آؤ''
کوئی سفر تو نہیں کوئی فاصلہ بھی نہیں

●●●

''ہم اٹھ گئے'' تو جنسِ ہنر بھی ہوئی گراں
ارزاں تھے ہم تو اس کی بھی ارزانیاں رہیں

●●●

سر پہ ''احسان نہ لے'' زلفِ نگاراں کا نہ لے
کبھی اڑتے ہوئے بادل کا بھی سایہ ٹھہرا

●●●

نغمہ سنجانِ گلستاں کا ''ادب کرتے'' ہیں
خاطرِ نازکِ یاراں سے حذر تھا کہ نہ تھا

(جاری ہے.........)

19۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 12, 2010 بوقت pm9:35

ڈاکٹر جی مرتضیٰ میرے مسیحا بھی ہیں، ہمدم بھی اور محبوب بھی۔شاعر ہیں لیکن خود کو شاعر تسلیم نہیں کرتے۔اپنے سے زیادہ دوسروں کے اعلیٰ پائے کے شعر یاد ہیں۔کسی وقت ان کے بارے میں تفصیل سے لکھوں گا لیکن ابھی ٹیلی فون پر اپنی نامکمل غزل سنا رہے تھے

جس کا ایک شعر اس بلاگ کے لیے ہے، سو ان کی اجازت سے لکھ رہا ہوں۔

سُکھی رہنے کا گر یہ ہے کسی سے پیار مت کرنا
یہ آنکھیں دو ہی کافی ہیں انہیں تم چار مت کرنا

20۔منظور قاضی (جرمنی) نے کہا ہے:

pm3:07 بوقت October 12, 2010

صفدر ہمدانی صاحب نے ڈاکٹر عشرت جہاں کی اس بات سے محاوروں کا مطلب انتہائی آسانی سے سمجھا دیا کہ ''محاورہ ایک طرح سے زبان میں استعاراتی عمل ہے''۔ میں فراز کی دو غزلیں اس بلاگ میں پیش کر چکا ہوں جن میں محاوروں کا استعاراتی عمل واضح ہے۔فراز سے بہت پہلے غالب نے ''دیکھتے ہیں'' کی ردیف پر جو اشعار لکھے ان میں بھی محاورے بہت ہی خوبی سے استعمال کیے گئے ہیں:

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں
ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

21۔شاہین رضوی نے کہا ہے:

pm3:14 بوقت October 13, 2010

قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں
آدمی ہو صفات کا پورا
خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

●●●

دل پر اضطراب نے مارا
اسی خانہ خراب نے مارا

(داغ)

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

(صفی لکھنوی)

22۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 13, 2010بوقت3:31pm

شاہین رضوی جی! ایسے ''گج وج'' کے بہت ہی کم لوگ آتے ہیں جیسے آپ تشریف لائی ہیں۔اتنی غیر حاضریوں کی ایسی کسر نکالی کہ اگر اب دو ہفتے کسی وجہ سے نہ بھی آسکیں تو کوئی بھولنے والا نہیں۔بھئی کیا اچھے بامحاورہ اشعار پیش کیے ہیں۔

پڑھے لکھے کو فارسی کا
ہاتھ کنگن کو آر سی کیا

23۔صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

October 13, 2010بوقت3:38pm

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

●●●

غیر کو یارب وہ کیوں کر منعِ گستاخی کرے

گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

•••

بکھرے ہوئے پھولوں کی کہانی سُن لے
ہے چار دنوں کی زندِگانی سُن لے

•••

عشق نے غالبؔ نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

•••

یارب وہ نہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور

•••

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصور کا

•••

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

•••

ہوئی مدت کے غالبؔ مر گیا، پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

•••

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کے دل و جاں اور

•••

آہ کو چاہئے ایک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

•••

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ
ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

•••

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

•••

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج

مشکلیں مجھ پر پڑی اتنی کہ آساں ہو گئیں

•••

موت کا ایک دن معیّن ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

•••

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

•••

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

•••

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

•••

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

•••

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

•••

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے

ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

●●●

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

●●●

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

●●●

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات
دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

23۔شاہین رضوی نے کہا ہے:

October 13, 2010بوقت7:39:pm

نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

(شاد عظیم آبادی)

زاہد نے میرا حاصل ایماں نہیں دیکھا
رخ پر تیری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا

(اصغر گونڈوی)

24۔شاہین رضوی نے کہا ہے:

October 13, 2010بوقت8:16:pm

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

●●●

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

(ناسخ)

25۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 14, 2010بوقت6:01:pm

السلام علیکم

ناصر کاظمی کی ایک اور خوبصورت غزل لے کر آیا ہوں اِس میں بھی اردو کے کچھ محاوروں کو نہایت ہی خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔

(غزل)

پھر ساون رت کی پون چلی تم یاد آئے
پھر پتوں کی پازیب بجی تم یاد
آئے
پھر کونجیں بولیں گھاس کے ہرے سمندر میں
رت آئی پیلے پھولوں کی تم یاد آئے
پھر کاگا بولا گھر کے سونے آنگن میں
پھر امرت رس کی بوند پڑی تم یاد آئے
پہلے تو میں چیخ کے رویا اور پھر ہنسنے لگا

بادل گرجا بجلی چمکی تم یاد آئے
دن بھر تو میں دنیا کے دھندوں میں کھویا رہا
جب دیواروں سے دھوپ ڈھلی تم یاد آئے

(ناصر کاظمی)

26۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 14, 2010 بوقت pm:6:07

السلام علیکم
ناصر کاظمی کے اِس تخیلاتی شاہکار کے بارے میں کیا کہنے۔

دکھ کی لہر نے چھیڑا ہوگا
یاد نے کنکر پھینکا ہوگا
آج تو میرا دل کہتا ہے
تو اس وقت اکیلا ہوگا
میرے چومے ہوئے ہاتھوں
سے
اوروں کو خط لکھتا ہوگا
بھیگ چلیں اب رات کی پلکیں
تو اب تھک کے سویا ہوگا
ریل کی گہری سیٹی سن کر
رات کا جنگل گونجا ہوگا
شہر کے خالی اسٹیشن پر
کوئی مسافر اترا ہوگا
آنگن میں پھر چڑیاں بولیں
تو اب سو کر اٹھا ہوگا

یادوں کی جلتی شبنم سے
پھول سا مکھڑا دھویا ہوگا
موتی جیسی شکل بنا کر
آئینے کو تکتا ہوگا
شام ہوئی اب تو بھی شاید
اپنے گھر کو لوٹا ہوگا
نیلی دھندلی خاموشی میں
تاروں کی دھن سنتا ہوگا
میرا ساتھی شام کا تارا
تجھ سے آنکھ ملاتا ہوگا
شام کے چلتے ہاتھ نے تجھ کو
میرا سلام تو بھیجا ہوگا
پیاسی کرلاتی کونجوں نے
میرا دکھ تو سنایا ہوگا
میں تو آج بہت رویا ہوں
تو بھی شاید رویا ہوگا
ناصر تیرا میت پرانا
تجھ کو یاد تو آتا ہوگا

(ناصر کاظمی)

27۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 17, 2010بوقت pm:5:30

السلام علیکم

جناب منظور قاضی، پسندگی کا بہت بہت شکریہ۔ میں فیضؔ صاحب کو استعاروں کا

شہنشاہ لکھتا اور سمجھتا ہوں اور شاعری میں جس طرح اُنہوں نے استعاروں کا استعمال کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہر بار کے استعمال شدہ الفاظ اُن کی قلم تلے آ کر ہمیشہ ایک نیا معنی دینے لگتے تھے، اور اِس کی بے حساب مثالیں اُن کے سارے کلام میں موجود ہیں، اِس شعر کو میں نے ہمیشہ یوں سمجھ کر پڑھا ہے۔

نہ گنواو ناوک نیم کش دل ریزہ ریزہ گنوادیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو تنِ داغ داغ لُٹا دیا

ناوک سے مراد ''تیر'' ہے، اردو شعراء نے محبوب کی نگاہوں کو بھی ''تیر'' سے تشبیہ دی ہے، سو فیض بھی یہاں اِس لفظ کو اِسی معنی میں استعمال کر رہے ہیں ''ناوک نیم کش'' سے اُن کی مراد ہے ''نیم باز نگاہیں'' سو پہلے مصرے کا مفہوم کچھ یوں ہوگا:

(اے میرے محبوب) تم اب مزید اپنی نیم باز نگاہوں کے تیر ضایع مت کرو کہ میرا دل جو کرچی کرچی ہو چکا ہے وہ تو میں پہلے ہی گنوا بیٹھا ہوں۔

دوسرے مصرے کا مفہوم جو میں سمجھا ہوں وہ کچھ یوں ہے:

مجھے (الزامات کے) پتھروں سے سنگ سار کرنے والے (یہاں بھی مخاطب محبوب ہی ہے) اب مجھ پر مزید الزامات مت لگا کہ میں پہلے ہی بدنامی کے بوجھ تلے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا ہوں۔ (یاد رہے اکثر شعراء حضرات نے ''داغ'' سے مراد الزام ہی لیا ہے) سو پورے شعر کی تشریح کچھ یوں ہوگی:

(اے میرے محبوب) تم اب مزید (بلاوجہ) اپنی نیم باز نگاہوں کے تیر ضایع مت کرو کہ میرا دل جو کرچی کرچی ہو چکا ہے وہ تو میں پہلے ہی گنوا بیٹھا ہوں (اِس لیے اِن تیروں کا اب مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا)

مجھے (الزامات کے) پتھروں سے سنگ سار کرنے والے اب مجھ پر مزید الزامات مت لگا کہ میں پہلے ہی بدنامی کے بوجھ تلے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا ہوں (اِس لیے

اِن سنگ ریزوں کا اب مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا)

یہ میری عقل کے مطابق تشریح ہے جو یقیناً غلط بھی ہوسکتی ہے۔

آصف احمد بھٹی

28-آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 18, 2010بوقت pm:8:55

السلام علیکم

اس نظم میں فیضؔ نے جس خوبصورتی سے استعاروں کا استعمال کیا ہے، وہ شاندار ہے۔

(نظم)

مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ
میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے؟
تو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے
یوں نہ تھا، میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے
اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا
ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخاب میں بنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے
اب بھی دلکش ہے ترا حسن، مگر کیا کیجئے
اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ

(فیض احمد فیضؔ)

پسِ تحریر:۔کہا جاتا ہے اِس نظم میں موجود یہ مصرعہ ''تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے؟'' دراصل ہندستانی فلم کے ایک گانے کا حصہ تھا (میں شاعر کا نام بھول گیا ہوں، شاید ساحرلدھیانوی تھے) فیض نے اُن سے باقاعدہ خط کے ذریعے اجازت لے کر یہ مصرعہ اپنی نظم کا حصہ بنایا تھا۔واللہ اعلم

29۔آصف احمد بھٹی۔کویت نے کہا ہے:

October 18, 2010 بوقت pm:9:11

السلام علیکم

خوبصورت اور بامحاورہ استعاروں سے سجی فیضؔ کی شاہکار غزل پیشِ خدمت ہے۔

(غزل)

تم آئے ہو، نہ شبِ انتظار گزری ہے
تلاش میں ہے سحر، بار بار گزری ہے
جنوں میں جتنی بھی گزری، بکار گزری ہے
اگرچہ دل پہ خرابی ہزار گزری ہے
ہوئی ہے حضرتِ ناصح سے گفتگو جس شب
وہ شب ضرور سرِ کوئے یار گزری ہے
وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے
نہ گل کھلے ہیں، نہ اُن سے ملے، نہ مے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے
چمن میں غارتِ گلچیں سے جانے کیا گزری

قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے
(فیض احمد فیض)

نئے سال کا جشن کیوں منائیں؟

ڈاکٹر خواجہ اکرام۔ دلی، بتاریخ December 27, 2010

نئے سال کی آمد آمد ہے اور ہر جانب جشن کا ماحول ہے۔ ساری دنیا میں لوگ اس موقعے کو نئے انداز سے منانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اس تیاری میں اسراف بے جا کے بھی امکانات بے شمار ہیں۔ اگر ان تمام اخراجات کو جوڑا جائے جسے اس خاص موقعے پر دنیا خرچ کرے گی تو ایک عام قیاس کے مطابق اس صرفے سے کسی ایک ملک کی غریبی دور کی جاسکتی ہے۔ لیکن ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ اس کا امکان ہے۔ کیونکہ ہر جانب ابھی سے ہی مبارک باد دینے کی ہوڑ لگی ہوئی۔ مختلف اشتہارات اور رنگ و نور کی جو محفل سجائی جائے گی اسی سے دنیا کے غریب بچوں کے لیے کتابیں خریدی جاسکتی ہیں۔ لیکن اس جشن کے ماحول میں کون انسانی مجبوریوں کو سمجھتا ہے اور کسے فکر ہے۔ کاش اس نئے سال میں کوئی عالمی سطح پر یہ تحریک چلا سکے کہ اس برس نہ سہی آنے والے برس کوئی ایسی تقریب نہیں منائی جائے گی، بلکہ اسی تقریب کے اخراجات کو ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جو گذشتہ سال کسی ناگہانی آفت کے شکار ہوئے ہیں۔ کاش کوئی اٹھے۔ ہم نے تو آواز بلند کر دی ہے لیکن مجھے معلوم ہے یہ آواز نقارے خانے میں طوطی کی آواز کے مصداق ہے۔

جہاں تک جشن کے ماحول کا تعلق ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ 25 دسمبر کو

کرسمس منایا جاتا ہے، اس وجہ سے بھی پوری دنیا میں جشن کا سماں رہتا ہے اور نئے سال کی آمد تک یہ ماحول خوشیوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر اچھا لگتا ہے کہ ہندستان میں ہر جگہ لوگ کرسمس مناتے ہیں۔ لیکن ان منانے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ کرسمس کیا ہے۔ لیکن ہمارے میڈیا اور اقتصادی اداروں نے اسے ایسا رنگ دے دیا ہے جیسے یہ کوئی خاص فرقے کا تہوار نہیں ہے۔ اسے دیکھ کر اکثر یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش ہمارے تہواروں کو بھی اسی طرح دیکھا جاتا اور کسی تعصب کے بغیر لوگ عید کی خوشیاں مناتے۔ مگر جب ہمارے اپنے تہوار ہوتے ہیں تو لوگ اسے کسی اور نظریے سے دیکھتے ہیں۔ ان باتوں کے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس کرسمس کا مخالف ہوں لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح کرسمس کو ہم مناتے ہیں اسی انداز سے ہندستانی تہواروں کو بھی منایا جانا چاہیے۔ جہاں تک نئے سال کے جشن کی بات ہے تو یہ بھی سمجھ سے باہر ہے کہ نئے سال کے جشن کا کیا مطلب ہے۔ یہ تو محض ہم نے اپنے دنوں کو سمجھنے اور اس کے شمار کے لیے بنایا ہے۔ اس دن کوئی خاص بات تو نہیں کہ اسے جشن میں تبدیل کر دیا جائے۔ میں نے اپنے طور پر بہت معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آخر نئے سال کے جشن کی ابتدا کیسے اور کب ہوئی ؟ لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتدا اور جشن منانے کی روایت بہت قدیم ہے۔ ظاہر ہے کسی قدیم روایت پر بات کرنی یا اس کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کرنا لوگوں کے عتاب کے شکار ہونے کے مترادف ہے۔ مگر میں کسی کو ناراض کیے بغیر صرف غور وفکر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اسے منایا جائے تو کوئی نیا انداز اختیار کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے سال گذشتہ کے احوال وکوائف کو سامنے رکھ کر منا سکتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہوتا کہ اسے سال گذشتہ کے احتساب کے طور پر مناتے۔ ممکن ہے ایسا کرنے سے کئی سال تک سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے کیونکہ جب ہم اپنے گزرے ہوئے ایام پر نظر ڈالتے ہیں تو سوائے فتنہ پردازی، بدعنوانی، لوٹ کھسوٹ کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے میں جب ہم اپنے سود وزیاں پر نظر ڈالیں گے تو غم وغصہ کی ہی کیفیت حاوی ہوگی۔ لیکن

جب یہی روایت کا حصہ بن جائے گی تو ہم سود وزیاں کے ذمہ داروں کی گرفت بھی کرنے کی سوچیں گے اس طرح رفتہ رفتہ وہ لوگ جب سر عام بے نقاب ہوں گے اور لوگوں کے عتاب کے شکار ہوں گے تو عین ممکن ہے نئے سال منانے کی روایت کچھ نفع کا سامان بن سکے گی۔ ورنہ ظلم واستحصال اور جبر واستبداد کے اس ماحول میں بھلا ہم جشن کیوں کر اور کیسے منائیں؟

تبصرے برائے ''نئے سال کا جشن کیوں منائیں؟''

1۔جعفر حسین نے کہا ہے:

December 27, 2010 بوقت am11:58

ڈاکٹر خواجہ اکرام آپ نے بجا ارشاد فرمایا کہ ''ہم نے تو آواز بلند کر دی ہے لیکن مجھے معلوم ہے یہ آواز نقارے خانے میں طوطی کی آواز کے مصداق ہے۔'' مگر آپ نے اپنے حصے کا حق تو ادا کر دیا ہے نا!

اگر نئے سال کی ابتدا ہم اپنے احتساب سے کریں تو وہ دن دور نہیں جب ہم ایک متحد امت مسلمہ کی صورت میں اس کرۂ عرض پر نمودار ہوں مگر کہاں یہ سب ایک سہانہ خواب ہے اس قوم میں جھوٹ ،فریب، دھوکہ دھی ، جعلسازی ، بے اعتباری ، بے اعتنائی ، بداخلاقی ، بدعنوانی ، بے مروتی کوٹ کوٹ کر بھر گئی ہو وہ قوم بھلا کیا اپنا احتساب کر سکے گی۔

2۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

December 27, 2010 بوقت pm6:31

امام جعفر صادق کا قول ہے کہ اگر کسی کا ایمان پرکھنا ہے تو اس کی عبادت مت دیکھو بلکہ اس کا لین دین دیکھو۔

خواجہ اکرام صاحب آپ کا اعتراض میری سمجھ سے بالا تر ہے۔ نئے سال کی خوشیوں پر جہاں لوگ اربوں ڈالر خرچ کرتے ہیں وہاں انھی اربوں ڈالر سے کڑوڑوں لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ انسانیت کا بڑا تقاضہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی خوشی اور غم میں بڑھ

چڑھ کر شریک ہوا جائے۔ لیکن مسلمانوں پر تو بدعت کا خوف سوار ہے۔ جب اُن کے بدعت کے فتوے نوے فیصد سے زیادہ مسلمانوں کو مشرک قرار دے چکے ہیں تو پھر وہ دوسروں کے غم خوشی اور دکھ میں کیوں کر شریک ہوں گے۔

3۔ عالم آرا نے کہا ہے:

December 28, 2010 بوقت pm7:44

السلام علیکم محترم ساتھیو

میری اپنی ایک سوچ ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ایک انتہائی سیدھا سادھا اور تا قیامت رہنے والا مذہب ہے، جو ہمیں سادگی، ایثار اور محبت کا درس دیتا ہے۔ وہیں ایک درس اعتدال کا ہے کہ کوئی بھی جذبہ اعتدال سے آگے نہ نکلے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے ہر بات پر عمل کرنے کی سوچتے ہیں، میں نے یہاں بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ یہاں کا ہر تہوار اسی طرح مناتے ہیں اپنے گھروں میں جس طرح یہاں کے لوگ مثلاً ایک دوسرے کی سالگرہ، شادی کی سالگرہ، ویلینٹائن ڈے، ماؤں کا دن، باپوں کا دن، نیا سال اور نہ جانے کیا کیا، میں ان کے منانے کی یا مبارکباد دینے کی بالکل خلاف نہیں ہوں لیکن ہمیں اپنے رشتوں کے مضبوط ہونے اور ان کی پہچان پر ضرور دھیان رکھنا چاہئے کہ ہمیں ان دنوں کی ضرورت اس لیے نہیں پڑتی کہ ہم اپنے سولہ سال کے بچوں کو علیحدہ رہنے کی اجازت نہیں دیتے، وہ اپنے ماں باپ سے علیحدہ نہیں ہوتے ان کا تعلق ماں باپ سے صرف مبارکباد یا کارڈ کا نہیں ہوتا، بلکہ ان کا تعلق دل کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے محبت کا جذبہ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں زیادہ تر ان رشتوں میں دکھاوے کی ضرورت نہیں ہوتی، بات مبارکباد اور چھوٹے موٹے تحفوں تک تو ٹھیک ہے مگر آپ شاید ہی یقین کریں کہ میں نے ایک شادی صرف اس وجہ سے ٹوٹتی دیکھی بلکہ شاید ٹوٹ بھی گئی تھی کہ شوہر شادی کی سالگرہ پر قیمتی تحفہ نہ دے سکا تھا؟ بس میرا خیال اتنا ہے کہ جہاں تک حرج نہ ہو وہاں تک ان باتوں کو اپنایا جائے، اور جہاں

نقصان کا خدشہ ہو وہاں ایسی باتوں سے کنارا رہا جائے تو بہتر ہے، ہماری نئی نسل کو بہت توجہ کی ضرورت ہے کہ وہ ہم ہی سے سیکھتی ہیں کہ اعتدال کیا ہے اور حد کہاں شروع اور کہاں ختم ہوتی ہے۔

عالم آرا

4۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

December 28, 2010 بوقت pm10:31

بہن عالم آراء!

دنیا کے کسی بھی ملک میں قدرتی یا انسانی یا بوجہ جنگ کوئی آفت آتی ہے وہاں بلا تفریقِ مذہب عیسائیوں کی ریڈ کراس بے لوث مدد کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق نہیں دی۔ لیکن ہماری تنگ نظری ہمیں روکتی ہے کہ ہم دوسروں کی خوشی اور غم میں شرکت کو بدعت کہہ کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ع

ہم جس قدر وسیع ہوئے تنگ ہو گئے

5۔عالم آرا نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت pm3:59

السلام علیکم ظفر جعفری بھائی

میں آپ کی بات سے اتفاق کرتی ہوں صرف اتنی سی بات ہے کہ ہمسایوں کا حق۔ مبارکباد دینا، دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا سب سے زیادہ اس کا درس اسلام ہی دیتا ہے۔ ہمیں ان باتوں کو پورا ضرور کرنا چاہئے لیکن انہیں اپنی زندگیوں میں اس طرح جاری و ساری نہ کر لینا چاہئے کہ وہ ہمیں پریشان کریں۔ جو لوگ دوسروں کی خوشی میں خوش نہیں ہوتے مجھے وہ کنجوس لگتے ہیں، کہ مبارکباد دینا نہ بدعت ہے اور نہ ہی شاید کوئی بری بات۔ مگر ایک بات ضرور چبھتی ہے کہ ہم اپنے اسلامی نئے سال کی مبارکباد اس گرم جوشی سے نہیں دے پاتے۔ نہ معلوم کیوں؟ آپ شاید ہی یقین کریں کہ جب میں اسلامی سال کی مبارکباد دیتی ہوں اپنے

مسلمان بہن بھائیوں ہی کو، تو وہ، حیرت سے کہتے ہیں ارے ابھی تو پہلی جنوری بہت دور ہے۔

اللہ ہم سب کو علم کی دولت سے مالا مال کرے۔ میری کوئی بھی بات بارِ خاطر ہو تو درگزر کی درخواست ہے۔

عالم آرا

6۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت am4:33

بہن عالم آراء!

اسلامی نئے سال کی مبارکباد ہم اس لیے نہیں دیتے کہ کربلا اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے کہ جس میں ہمارے نبی کا سارا گھرانا قتل کر دیا گیا اور نبی زادیوں کو برہنہ سر بازاروں میں ذلیل و خوار کیا گیا۔

جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے
بنتِ زہرہ ترے پردہ کا خیال آتا ہے

یکم محرم کو خلیفہ دوئم حضرت عمر کو قتل کر دیا۔ یزیدیوں کے علاوہ کس مسلمان کے پاس وہ دل گردہ ہے جو ایسے مہینہ میں کسی کو مبارکباد دے۔

7۔نگہت نسیم نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت am6:59

ظفر بھائی آپ نے کتنی سادگی اور بردباری سے اتنی بڑی سچائی لکھی ہے کہ سبحان اللہ۔۔ مجھے لگا جیسے اللہ پاک نے ہمیں خود کو درست کرنے کا عظیم موقع عطا کیا ہو.. جزاک اللہ..

8۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت am10:44

السلام علیکم

جعفر حسین صاحب ،ظفر جعفری صاحب، عالم آرا صاحبہ اور بہن ڈاکٹر نگہت صاحبہ آپ تمام احباب کا شکر یہ کہ آپ نے اس بلاگ کو اپنی قیمتی تحریروں سے مزین کیا۔

میں نے صرف ایک بات جو دل کو کھٹکتی تھی آپ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ میں آج تک اس بات سے کنونس نہیں ہوسکا کہ ہمیں غیر ضروری رسومات کو کیوں منانا چاہیے۔ وہ بات جو بہن عالم آرا صاحبہ نے کہی ہے کہ نئی نسل ہم سے سیکھتی ہے۔ہمیں یقیناً اپنے تہذیبی اور ثقافتی رسومات کو فوقیت دینی چاہیے کیونکہ اس سے نئی نسل کی ذہن سازی ہوتی ہے مگر وہاں بھی اسراف بے جا سے بچنا چاہیے۔ عالم آرا صاحبہ کی بات سے متفق ہوں کہ دوسروں کا خیال رکھنا ہماری رواداری کی روایت ہے۔

جعفری صاحب سے مودبانہ گزارش ہے کہ محرم کے حوالے سے سیاہ باب کا لفظ اچھا نہیں ہے۔اس کی جگہ کوئی لفظ استعمال کریں۔ کیونکہ محرم یزید اور منافقوں کی کرتوتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس لیے اس مناسبت سے اسلامی نئے سال کی مبارک باد دی جائے تو شاید غلط نہیں کیونکہ اس مبارک باد کے ساتھ ہم شہدائے کربلا اور امام حسین کے پیغام کو بھی عام کرتے ہیں۔

9۔منظور قاضی نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت am11:43

محترمہ عالم آرا صاحبہ نے جناب ظفر جعفری صاحب کے جواب سے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ اسلامی سال کا آغاز مسلمانوں کی تقریباً چودہ سو سال پہلے کی تاریخ کے غمناک اور المناک واقعاتِ کربلا سے شروع ہوتا ہے۔مگر یکم محرم کو اس کا سوگ نہیں منایا جاتا کہ اس دن ”خلیفہ دوئم حضرت عمر کو قتل کردیا۔“ بلکہ، جس ”میں ہمارے نبی کا سارا گھرانا قتل (شہید) کردیا گیا اور نبی زادیوں کو برہنہ سر بازاروں میں ذلیل وخوار کیا گیا۔“

دوسرے مذاہب اور دوسری اقوام کے نئے سال کا آغاز اس طرح نہیں ہوا ہے۔اس لیے وہ اپنے نئے سالوں پر ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیتے ہیں اور پرانے

سال کے اعمال کا احتساب اور آنے والے سال کے منصوبوں کے متعلق غور وخوض کرتے ہیں۔اس لیے کسی مسلمان کو اسلامی سال کے آغاز پر مبارکباد دیتے وقت اسلامی تاریخ کے آغاز کی حساسیت کو ذہن نشین رکھنا ہوگا۔مگر پرانے سال کے اعمال کا جائزہ اور احتساب اور آنے والے سال کے منصوبوں کے متعلق غور وخوض کرنا بھی ضروری ہے۔

کسی کا مشہور شعر ہے کہ:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

خدا سے دعا کرنا چاہیے کہ آنے والا سال ہر ایک کو صحت اور تندرستی کا پیغام لائے۔

10۔عالم آرا نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت pm6:35

السلام علیکم قابلِ صد احترام ساتھیو

مجھے بے حد خوشی ہے کہ آپ نے میرے علم میں اضافہ کیا اور میری سوچ کو جلا بخشی۔میں مسلمان ہونے کے ناطے ماہ محرم کی عظمت و احترام اور اس قربانی سے پوری طرح واقف ہوں۔اور الحمدُ للہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین سے اور ان کی تمام آل سے اتنی ہی محبت کرتی ہوں جتنا ایک سچا اور اچھا مسلمان کرتا ہے۔بس یہاں ہی ہماری بات کا جواب مل جاتا ہے کہ ہمارے تو سارے مہینوں میں کہیں نہ کہیں ایسی تاریخیں ہیں جن میں ہمیں مبارکباد نہیں دینی چاہئے؟ تو کیا ہم ان کی مبارکباد والی تاریخوں میں اپنے اسلامی سانحات کی تاریخ بھی دیکھیں گے کہ ہمیں اس دن مبارکباد دینی چاہئے یا نہیں؟

یہ بس میرا سوال ہے کسی بھی بحث کے لیے نہیں بلکہ اپنے کم علمی میں اضافے کے لیے۔میری ناقص عقل کہتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی تو اسلامی مہینہ ہوگا کیا یہ تاریخ پیدائش اسلام کے حساب سے صحیح ہے۔؟ کیونکہ ان کے کیلنڈر تو بعد میں

بنے۔ اگر غلط ہے تو درست کریں تا کہ میں اپنی سوچ کی تصحیح کرسکوں۔ کہ ہمارا کیلنڈر ان کے کیلنڈر سے ہر سال کچھ دن کے فرق سے آتا ہے۔ کہ اللہ کے حکم کے مطابق اسلامی مہینے چاند کے حساب سے ہیں اور ہماری ساری تاریخیں بھی اسی کے حساب سے ہوتی ہیں۔ تو یہ صرف چھٹیوں کی مبارکباد ہو سکتی ہے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی نہیں، میرے تمام سوال صرف اپنے علم میں اضافہ کرنے کے لیے ہیں، یہ ڈکھ ہوا کہ یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ مجھے محرم الحرام کے احترام کا علم نہیں ہے دوسرے یہ مبارکباد بھی محرم ہی کے مہینے میں دی جارہی ہے۔ کہ شاید 25 دسمبر کو بھی محرم کے مہینے کی آخری تاریخیں ہیں۔ میری کوئی بھی بات بارِ خاطر ہو تو درگزر کیجئے گا۔

جزاک اللہ خیر

عالم آرا

11۔ عالم آرا نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت pm6:59

محترم ظفر جعفری بھائی اللہ آپ کو خوش رکھے

عالمی اخبار ایک فیملی ہے جس میں ہر سوچ کے لوگ موجود ہیں اور سب اپنی بات کرسکتے ہیں، مجھے آپ کے آخری جملے نے بہت دکھ دیا کہ:

’’یکم محرم کو خلیفہ دوئم حضرت عمر کو قتل کر دیا۔ یزیدیوں کے علاوہ کس مسلمان کے پاس وہ دل گردہ ہے جو ایسے مہینہ میں کسی کو مبارکباد دے۔‘‘

محترم بھائی یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کیا ہے مگر میرے بھائی آپ نے سب کو ایک لاٹھی سے ہانک دیا کہ جو کوئی اس مہینے میں مبارکباد دے گا وہ یزید ہے، اور بہن نگہت نے بھی شاید صاد کر دیا بلا سوچے سمجھے، میرے بھائی بعض دفعہ جذبات ہمیں بہت تکلیف دے جاتے ہیں مجھے بھی شدید دکھ ہوا کہ اسی ماہ میں آپ سب اس بلاگ پر بات کر رہے ہیں یا تحریریں لکھ رہے ہیں کہ ہم اس ماہ میں آنے والے کرسمس کی مبارکباد دیں؟

میں دل میں کوئی بات نہیں رکھتی اس لیے اپنی بات کھل کر آپ کے سامنے رکھ دی، میری بات سے تکلیف پہنچے تو معافی کی خواستگار۔ کیونکہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے لکھا اس لیے جواب دے رہی ہوں، میری بات بس یہاں ہی ختم ہے، یہ ہماری اپنی اپنی سوچ ہے کہ ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں لیکن میں کسی مسلمان کو یزید نہیں سمجھتی یہ میری سوچ ہے۔

عالم آرا

12۔منظور قاضی نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت pm8:35

ڈاکٹر خواجہ اکرام نے اپنے اس بلاگ میں جو بات ظفر جعفری صاحب کو کہی ہے وہ غور طلب ہے کہ

''محرم کے حوالے سے سیاہ باب کا لفظ اچھا نہیں ہے۔ اس کی جگہ کوئی لفظ استعمال کریں۔ کیونکہ محرم یزید اور منافقوں کی کرتوتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانی کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس مناسبت سے اسلامی نئے سال کی مبارک باد دی جائے تو شاید غلط نہیں کیونکہ اس مبارک باد کے ساتھ ہم شہدائے کربلا اور امام حسین کے پیغام کو بھی عام کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر خواجہ اکرام کے مندرجہ بالا نظریے اور تبصرے کا جواب شائد ظفر جعفری صاحب ہی دیں گے۔ مگر میں ڈاکٹر خواجہ اکرام کی توجہ واقعاتِ کربلا سے پہلے کے ہجری دور کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تاریخ اسلام کی تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلعم نے یکم ہجری سے اپنی وفات تک اور اس کے بعد کے خلیفاؤں نے یعنی 40 ہجری تک۔ ہر سال کی ابتدا یعنی پہلی محرم کو کبھی نئے سال کی خوشی میں جلسے جلوس کئے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیں؟

مجھے امید ہے کہ ناظم بلاگ ڈاکٹر خواجہ اکرام اپنی معلومات سے ہم سب کے علم

میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو ممکن ہے کہ کوئی باعلم مبصر میرے مندرجہ بالا سوال کا جواب عطا فرما دے۔

13۔ ظفر جعفری نے کہا ہے:

December 29, 2010 بوقت 11:06pm

میں صرف یہ کہوں گا کہ اختلافِ رائے اچھی چیز ہے لیکن تفرقہ بری چیز ہے اور فتنہ اس سے بھی بری بات ہے۔ میں ہر اس عمل سے گریز کرنے کی کوشش کرتا ہوں جس سے کوئی فتنہ کھڑا ہو۔ اگر کچھ احباب محرم میں نئے سال کی خوشی منانا چاہتے ہیں تو ضرور منائیں لیکن میں ان کی اس خوشی میں شریک نہیں ہو پاؤں گا۔ قوی امکان یہی ہے کہ اس قسم کا عمل فتنہ کو جنم دے گا۔

14۔ ظفر جعفری نے کہا ہے:

December 30, 2010 بوقت 1:25am

بہن عالم آراء! کیا ہماری روزمرہ کی زندگی اسلامی کیلنڈر کے گرد گھومتی ہے؟ کیا ہم پاکستان کا یومِ پیدائش اسلامی کیلنڈر کے مطابق مناتے ہیں؟ آج کا شمسی کیلنڈر ایک مسلمان عمر خیّام کی دین ہے۔ البتہ آپ کے مندرجہ ذیل اعتراض سے مجھے اتفاق ہے کہ

''مجھے بھی شدید دکھ ہوا کہ اسی ماہ میں آپ سب اس بلاگ پر بات کر رہے ہیں یا تحریریں لکھ رہے ہیں کہ ہم اس ماہ میں آنے والے کرسمس کی مبارکباد دیں؟''

15۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

December 30, 2010 بوقت 4:46pm

انتہائی احترام کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بدعتیں تو دورِ حاضر کی ہیں۔ اس کو منایا جائے یا نہ منایا جائے یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ رہی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انھوں نے کبھی بھی اس طرح کی رسموں کو نہ خود کیا اور نہ اس کو فروغ دیا۔ لیکن ہم خود اپنے گھروں میں اپنا، اپنے بچوں کا، اپنے بزرگوں کا، اپنے والدین کا بھی برتھ ڈے مناتے

ہیں۔لیکن حضور نے تو اسے نہیں منایا۔اس لیے میں کچھ کہنے سے بہتر علامہ اقبال کا یہ مصرعہ لکھنا چاہتا ہوں۔ع

یہ امت خرافات میں کھو گئی

ہم نے اس بلاگ کو اظہار رائے کا ذریعہ سمجھا ہے اس لیے اپنے دل کی بات رکھ دی۔محرم کے مہینہ کی حرمت اور عظمت ہمارے دل میں ہے اور اس کا احترام بلا تفریق مسلک وملت سب مسلمان کرتے ہیں۔

16۔منظور قاضی نے کہا ہے:

December 31, 2010 بوقت pm4:59

کاش کہ ڈاکٹر خواجہ اکرام صاحب اقبال کا پورا شعر ہی لکھ دیتے جس کا مصرعہ انہوں نے اپنے تبصرے میں تحریر کیا کہ:

''یہ امت خرافات میں کھو گئی۔''

صرف ایک مصرعہ لکھنے سے تشنگی باقی رہتی ہے۔

حضور صلعم نے نئے سال کے آغاز کا جشن نہیں منایا حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں ہر ہجری سال یکم محرم ہی سے شروع ہوا ہوگا۔اس کے علاوہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد چاروں خلفائے راشدین کے زمانے (یعنی 40 ہجری تک) میں کسی نے بھی یکم محرم پر نئے سال کا جشن نہیں منایا۔حالانکہ اس دور میں مسلمان ایران،عراق،شام،مصر اور مشرق وسطیٰ کے اہم ممالک میں اسلام کو پھیلا چکے تھے۔مگر کیا تاریخ اسلام یہ بتاتی ہے کہ اس دور میں کسی نے نئے سال کے آغاز کا جشن منایا ہو؟ کیا تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس دور میں کسی نے اسلام کے آخری رسول حضرت محمد صلعم کا یوم پیدائش بھی منایا ہے؟

میرے خیال میں اسلام کے آخری رسول حضرت محمد صلعم کی یوم پیدائش پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کی وجہ سے دنیا کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت ملی۔اور ساتھ ہی ساتھ ہر مسلمان کو اس بات کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اسے اللہ نے حضرت محمد صلعم کی امت میں پیدا کیا۔

ڈاکٹر خواجہ اکرام کا یہ جملہ غور طلب ہے: ''...... یہ بدعتیں تو دور حاضر کی ہیں۔ اس کو منایا جائے یا نہ منایا جائے یہ ہم نہیں کہہ سکتے''۔

اگر ڈاکٹر خواجہ اکرام اپنے اس جملے میں ''بدعتیں'' کی بجائے ''رسومات'' کا لفظ لکھتے تو ان کے کہنے کا مقصد پورا ہو جاتا۔ اس لیے کہ ''بدعت'' کے ایک معنی فیروز اللغات کے مطابق جھگڑا، فساد اور شرارت بھی ہے!!!

ڈاکٹر خواجہ اکرام شاید جانتے ہی ہیں کہ ایسے ایسے حساس الفاظ کے استعمال سے حالات خراب ہو جایا کرتے ہیں۔

ویسے میں ڈاکٹر خواجہ اکرام کی بیشتر باتوں کی تائید کرتا ہوں، اس لیے کہ

سر داد، نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہٰ است حسینؑ

17۔عالم آرا نے کہا ہے:

December 31, 2010 بوقت pm7:09

السلام علیکم محترم ساتھیو

یہ بلاگ دیکھ کر مجھے لگا تھا کہ ہم اُن باتوں پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے یا کوئی آسان حل نکال سکیں گے جس سے ہماری نئی نسل دو چار ہو رہی ہے۔ ہم جن ممالک میں رہتے ہیں وہاں ہمارے بچے ان تمام باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر ہم انہیں صحیح اور غلط بتائیں تو یہ زیادہ اچھی بات ہے۔ لیکن ہم بلاگ کا رُخ ایسی طرف موڑ دیتے ہیں کہ اکثر ایسے بلاگ بجائے فائدے کے طعن و تشنیع میں بدل جاتے ہیں۔ جو کہ اچھی بات نہیں کہ آنکھیں موندھ لینے سے حقیقت بدلتی نہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم سب ان باتوں سے گزر رہے ہیں، کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ بات صرف مبارکباد دینے سے شروع ہوئی تھی جشن منانے سے نہیں، اور مبارکباد دینا کسی صورت بھی برائی نہیں لگتا۔ اور جو لوگ یہ جشن مناتے ہیں وہ تو شاید یہ بلاگ پڑھتے بھی نہیں ہوں گے۔

ہماری عمر کے لوگ جو اس وقت تمام تجربات سے گزر رہے ہیں یا گزرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم کس حد تک ان باتوں کو روک سکتے ہیں۔ ہمیں ضرور ایسی باتیں بتانی چاہئیں جو ہماری نئی ماؤں اور نئے باپوں کو سمجھ آسکیں۔ میری بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم خود جو کچھ کرتے ہیں اس پر خود ہی اعتراض کرتے ہیں۔

ان ہی تحریروں میں ہم نے عالمی ٹی وی کو مبارکباد دی۔ کچھ ہی دن پہلے یہ مہینہ تھا۔ ان ہی صفحات پر ہم نے مبارکباد دی سب مسیحی برادری کو اور مسلمانوں کو۔

پھر ہم ہی کہتے ہیں کہ مبارکباد نہیں دینی چاہئے۔ یہ سخت رویہ ہے کیونکہ میں نہیں سمجھتی کہ صرف مبارکباد دینا کچھ غلط بات ہے۔ ہاں جس طرح جشن منائے جاتے ہیں، وہ کسی صورت بھی حوصلہ افزا بات نہیں ہے۔ مبارکباد کا مقصد میرے نزدیک نیک خواہشات ہیں جو ہم دوسرے کے لیے اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ہم جب ان بلاگ پر تبصرے پڑھتے ہیں تو ہمیں بہت ساری باتیں ایک دوسرے سے پڑھنے کو ملتی ہیں، جس میں مثبت باتیں خود ہمارے لیے اور ہمارے بچوں کے لیے بھی فائدہ مند ہوتی ہیں، کیونکہ اکثر باتیں ہم اپنے جوان بچوں سے بانٹتے بھی ہیں کہ دیکھو یہ اچھا طریقہ ہے یا یہ اچھی بات ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ایسے بلاگز پر اگر تبصرے دورِ حاضر سے بچتے ہوئے ہوں تو بہتوں کا بھلا بھی ہوگا۔ اور صدقۂ جاریہ بھی۔

اگر کوئی بھی بات بارِ خاطر ہو تو درگزر کی درخواست ہے۔ عالم آرا

18۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

January 1, 2011 بوقت am4:14

تمام احباب کا شکریہ کہ آپ نے اس بلاگ کو اپنی قیمتی آرا سے مزین کیا۔ نیا سال آ بھی گیا اور اب مبارک بادیاں دینے کا وقت بھی گزر گیا اس لیے اس بلاگ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

آپ تمام احباب کا شکریہ

خدا حافظ

19- صفدر ہمدانی نے کہا ہے:

January 1, 2011 بوقت pm12:08

یہ بلاگ نئے سال کے شروع ہو جانے کے بعد اگرچہ موضوعاتی طور پر ختم ہو چکا ہے لیکن چونکہ انشا اللہ ایک اور نیا سال اگلے برس بھی آئے گا اور یہی بحث انہی نکات کے ساتھ یہی لوگ کریں گے اس لیے مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بنیادی طور پر ہر بحث کی طرح مجھ سمیت ہر فرد کو اپنا نکتہ نظر بیان کرنا چاہیے ضروری نہیں کہ دوسرا صرف آپ کی ہی بات مانے۔

میں سمجھتا ہوں کہ نئے سال کے موقع پر اگر ایسی صورت حال ہو جو اس برس آئی ہے تو بہت آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ جو اس موقع پر باقاعدہ خوشی و مسرت کے ساتھ مبارکباد دینا چاہتا ہے وہ ضرور دے لیکن دوسرے کو مجبور نہ کرے کہ وہ بھی اس کی فکر کے مطابق عمل کرے۔ جو اس موقع پر اظہار مسرت نہیں کرنا چاہتا وہ اس موقع کو دعا کے لیے استعمال کرے اور صحت و سلامتی اور ترقی و خوشحالی کی دعا کرے۔

میں اپنی ذاتی مثال دے سکتا ہوں کہ مجھے جن درجنوں احباب نے ہیپی نیو ایر کے پیغامات بھیجے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ آپ نے کیوں ارسال کیے۔ بس جواب میں دعائیں ارسال کی ہیں۔

ایک بات ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ دلوں کی کشادگی بھی اس پروردگار کی عطا ہے جو برائی سے بھری اس دنیا میں نیکی کی توفیق اور اس کا راستہ مہیا کرتا ہے۔

20۔ڈاکٹر خواجہ اکرام نے کہا ہے:

January 1, 2011 بوقت 12:27pm

شکریہ ہمدانی صاحب قبلہ آپ نے بھی اس کو زینت بخشی۔ میں آپ کی رائے سے متفق ہوں۔

21۔طارق راحیل نے کہا ہے:

January 1, 2011 بوقت 6:43pm

سال نو کی مبارکباد قبول ہو۔ اللہ آپ کے لیے نیا سال خوشیاں، امن، سلامتی لے کر آئے۔ اور ہمارے ملک کو اللہ پاک اپنوں اور غیروں کی نظر بد سے بچائے۔ آمین

22۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

January 1, 2011 بوقت 3:34am

میں سمجھتا ہوں کہ دوسروں کی خوشی اور غم میں شریک ہونا تقاضائے انسانیت ہے۔ میری دعا ہے اللہ مسلمانوں کا وقار بلند کرے۔

23۔ظفر جعفری نے کہا ہے:

January 2, 2011 بوقت 3:39am

اہلِ دیروحرم سنو اک بات
خدمتِ خلق بھی عبادت ہے
کاش اہلِ ہوس سمجھ سکتے
مقصدِ زندگی محبت ہے

(حفیظ جالندھری)

24۔عالم آرا نے کہا ہے:

January 3, 2011 بوقت 1:27am

السلام علیکم محترم صد احترام منظور قاضی بھائی

کبھی کبھی جب انسان سادگی سے کوئی بات کر رہا ہو اور اس کا مطلب غلط لے لیا جائے تو میں تصحیح کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ کیونکہ میں کبھی کدورت نہیں رکھتی کوشش کرتی ہوں کہ میرا دل صاف رہے اور دوسروں کو بھی میری کسی بات سے کوئی تکلیف نہ ہو۔

یہ وہ عام باتیں ہیں جن سے ہم یہاں گزرتے ہیں۔ اگر ان مسائل پر قلم اُٹھے

تو بہت اچھا ہے۔ کہ ہم ہی سنوارنے والے ہیں ،اور ہم ہی بگاڑنے والے۔ کیونکہ ہماری ایک نسل یہاں پروان چڑھ رہی ہے اور ہمیں اس کی فکر ضرور کرنی چاہئے ۔ یہاں ہر قسم کی مبارکبادیں ملتی ہیں اور سمجھ نہیں آتا کہ ہم جواب میں کیا کریں۔

محترم بھائی میرا دل بس اتنا چاہتا ہے کہ ہم سخت باتوں سے گریز کریں ، چاہے وہ کسی کے لیے بھی ہوں۔ زبان ایک ایسی چیز ہے جو میٹھی ہو تو دل موہ لے اور کڑوی ہو تو دل رو دے۔ عالمی اخبار سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے اور آپ سب کی تحریریں مجھے بڑی اپنائیت دیتی ہیں ۔جس کے لیے تہہ دل سے شکر گزار۔ عالمی اخبار کی فیملی کے لیے نیک تمنائیں۔

عالم آرا

☆☆☆

ضمیمہ

اردو اخبارات

http://www.urdusahara.net/
http://www.munsifdaily.com/
http://www.sahilonline.net/
http://www.hindsamachar.in/
http://sahafat.in/
http://www.imrozehind.com/
http://milap.com/
http://urdu.chauthiduniya.com/
http://www.sadaewatan.com/
http://qaumitanzeem.com/
http://www.aurangabadtimes.net/
http://www.avadhnama.com/
http://dailyaag.com/phase2/index.php
http://www.dailykhidmat.com/
http://gawahweekly.com/
http://www.hamarasamaj.com/
http://www.jadeedmarkaz.net/
http://salarehind.com/
http://www.akhbaroafkar.com/
http://www.sadaechanar.com/
http://www.rehbar.in/
http://www.dailyaftab.com/19112012/default.asp
http://www.jadeedmail.com/

http://jadidkhabar.com/home.html
http://etemaaddaily.com/
http://www.dailywaqt.com/
http://www.dailyhindustanexpress.com/welcome.htm
http://dailyudaan.com/
http://dailyaaj.com.pk
http://www.insaf.com.pk
http://www.urdutimesusa.com/
http://www.urdutimescanada.com/
http://www.nawaijang.com/index1.html#.UKnIUGeACSo
http://hamariweb.com/news/
http://inquilab.com/
http://www.hamwatan.net/tv/bbcnews.htm
http://www.bbc.co.uk/urdu/
http://www.urdudailynews.com/
http://www.express.com.pk/epaper/
http://www.jasarat.com/
http://jang.com.pk/
http://www.siasat.com/
http://www.nawaiwaqt.com.pk/
http://www.urdupoint.com/home/
http://ausaf.epaper.pk/
http://ummat.epaper.pk/
http://www.dailyroshni.net/
http://www.dailyjinnah.com/
http://urdunetjpn.com/ur/
http://sialkotexpress.com/
http://naya-akhbar.epaper.pk/
http://www.mehrnews.com/ur/
http://newyorkawam.org/
http://www.urdutimesuk.com/
http://asas.epaper.pk/
http://www.urdutahzeeb.net/
http://alqamar.info/news/
http://www.iurdunews.com/
http://www.dailypakistan.com.pk/

اردو رسائل

http://bazmesahara.com/01112012/Home.aspx
http://www.thesundayindian.com/ur/
http://www.akhbar-e-jehan.com/Nov2012/12-11-2012/default.asp
http://www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/new/index.php
http://www.phool.com.pk/
http://www.aanchal.com.pk/
http://www.deedahwar.net/
http://mazhar.dk/film/urdu/
http://www.tahreerenav.com/
http://bazmesathi.org/
http://www.dailyislam.pk/dailyislam/bachonkaislam/542/index.php
http://www.phool.com.pk/
http://www.jadeedadab.com/
http://www.syberwurx.com/khushbu/
http://www.sherosokhan.com/
http://www.urduhamasr.dk/

سائبر لائبریری

http://www.urducouncil.nic.in/engWeb/E_Library/urdu_Digital_Libray.html
www.Iqbalcyberlibrary.net
www.archive.org
www.classics.mit.edu
http://digital.library.upenn.edu/books/

آڈیو سائٹس

www.mushaira.org
www.urdulife.com
http://www.bhatkallys.org/index.php?option=com_wsaudio&view=all&Itemid=46

اردو لرنگ سائٹس

http://www.urducouncil.nic.in/engWeb/urdu_online.html
http://urdu-sikho.blogspot.com/
http://www.pakdata.com/alif/

http://www.ukindia.com/zurdu1.htm UK India .com
http://www.bbc.co.uk/languages/other/guide/urdu/steps.shtml
http://users.skynet.be/hugocoolens/newurdu/newurdu.html An important site for learners.

متفرقات
(عام معاون ویب سائٹس)

http://ur.wikipedia.org/
www.urdupoint.com
www.urdupoetry.com (Roman Script)
www.ipaki.com/urdu/poetry/
www.urdughar.com/
www.urdustan.com
www.syberwurx.com/khushbu/ (Khushboo)
www.urdustudies.com (The Annual of Urdu Studies)
www.despardes.com/urdu/index.html
www.angelfire.com (Khusro's and Kabir's coulets)
www.shairy.com/
www.alqamaronline.com
www.urdunet.com
www.ark.cdlib.org/ark:/13030/ft10000326/ (California Digital Library)
www.urdupk.com/
www.urdumanzil.com/ Urdu Manzil.
www.alislam.org/alfazl/mazmoon/view.php?mz=37 there is an article on this site by the name of Ghazal-Urdu shairy ki ek aham sinf.
www.english-literature.org
www.poets.org
www.bazm-e-adab.com Bazm-e-Adab, Atlanta.
www.markazadab.org/ Markaz e Adab o science.
www.ghalib.org (Audio)
www.allamaiqbal.com

www.haiderqureshi.com/ About Haidar Qureshi
www.ur.wiktionary.org
www.urduword.com
www.cs.wisc.edu/~navin/india/urdu.dictionary
www.biphost.spray.se/tracker/dict/
http://urduseek.com/ Not available now.
www.ijunoon.net/urdudic/meanrel.asp?word=.&action=start&go=Search+it - 9k
www.urdutimes.com/
http://www.dwp.gov.uk/otherlanguages/urdu/
www.inquilab.com
www.jang.com.pk/jang/
www.jasarat.com
www.khabrain.com/
www.milap.com
www.millat.com
www.munsifdaily.com
www.siasat.com
www.nawaiwaqt.com.pk/
www.urdudost.com
www.mehrnews.com
www.dailyausaf.com
www.urdutimes.com/
http://www.akhbar-e-jehan.com/home/index.php
http://www.akhbar-e-watan.com/ Coming Soon
http://www.fact.com.pk/facturdu/fact.htm
http://www.geocities.com/EnchantedForest/Meadow/2678/ Masoom Children's Magazine
Doesn't show further pages.
http://www.mukhber.cjb.net/ Islamic Magazine(Virus found)
http://www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine/index.php Darululoom Deoband Magazine
http://mazhar.dk/film/urdu/ Film Magazine
http://phool.com.pk/2006/aug-2006/index.php Child Magazine Phool (Lahore)
http://www.farooqia.com/urdu/alfarooq.htm Alfarooq (Jamia Farooqia

Karachi)
http://jmi.nic.in/Journals/iaj.htm Islam aur Asr e jadeep (A Jamia Journal)
http://www.azadosh.8k.com/ A magazine Published from Kigyzstan.
http://www.glosci.net/global/index.asp (Being Developed)
http://www.jareeda.iucnp.org/ (A Pakistan Government Magazine)
http://www.un.org.pk/unic/urdunewsletter.htm (UNOs Publications in Urdu)
http://www.alsharia.org/2006/alsharia/index.htm An Islamic Magazine
http://www.milligazette.com/naishanakht/index.htm A one page IT Magazine
http://www.pakworld.com/raabta/ Raabta (A magazine from Karachi
http://newyorkawam.com/ A magazine from New York
http://www.nafeesonline.com/feb06/index.asp
http://www.urdu-service.net/ Urdu Service Germany.
http://www2.dw-world.de/urdu/ A news Website from Germany.
http://www.irib.ir/worldservice/urduRADIO/default.htm A news Website of Tehran Radio
http://www.mehrnews.com/ur/ An Iranian News site.
http://www.paktribune.com/urdu/ A Pakistani news site.
http://urdunews.net/ A Pakistani news site.
http://www.voanews.com/urdu/ Voice of America.
http://www.palestine-info-urdu.com/ A news site of palistine
http://www.paktribune.com/urdu/ Pak Tribune.
http://www.pakdata.com/aaj/ Aaj, Pakistan
http://shabnamromani.com/aqdar.html Aqdaar , Karachi, shabnam romani
http://www.angelfire.com/sd/eknazr/02mar/page3.html Ek nazar idhar bhi
http://hamdam.cjb.net/ Hamdam Monthly.
http://www.urdustan.net/tashkeel/archive/47/ Tashkeel , Quaterly.
http://www.urdubookreview.com/ Urdu Book Review.
http://www.urduelm.co.uk/ Urdu Ilm, Quaterly.
http://urdustan.net/adab_latif/ Adab-e-lateef, Monthly.
http://dastak-urduduniya.com/ Dastak , Quaterly.
http://www.urduhamasr.dk/ Urdu HumAsr.